

63-61-1

ht h5.1

Title - Lecture ; Isolat-E-Islam Par.

Creator - Mohsin ul Mulk

Publisher - Darul Uloom Deoband (Hyderabad),

Date - 1892

Pages - 70

Subjects - Khutbat-e-Tajreeh ; Aliqaul  
Tehreek



اشاعت اسلام پر



BRITISH LIBRARY

# نواب محسن الملک بہادر نے

۳۴ مئی ۱۹۰۷ء مطابق ۲۶ شوال ۱۳۲۵ھ کو حیدرآباد دکن میں ملاحظہ

بعد ازاں بعض مضامین کے دارالطبع سرکار عالی میں چھاپا گیا

ORDU TEXT ROCE


1915010

1915

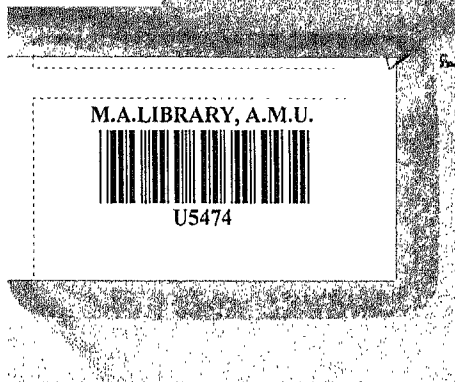
0427

CHICAGO 2002


M.A. LIBRARY, A.M.U.



U5474



M.A. LIBRARY, A.M.U.



U5474

## فہرست مضامین لکچر

صفحہ	مضمون
۱	اسلام کی اشاعت میں ہمارے بزرگوں کا تکلیفین اٹھانا اور مصیبتیں جھیلنا اور انکی محنت اسلام کا ترقی پانا۔ اور ہمارا اسکی طرف سے بے خبر اور بے پرواہ ہونا۔
۷	تکیم مسلمانوں کی حالت میں تبدیلی ہندوگی اور کیا اسلام کی روشنی سمجھ جاوے گی؟ ہرگز نہیں۔
۱۱	امریکہ میں اسلام پھیلانے کی نسبت کیا دقتیں ہیں اور کیا کبھی شہادت اسکی نسبت ہو سکتی ہیں انکی نتیجہ اشاعت اسلام کے سوا اور بہت سے کام ہیں جو مسلمانوں کے لئے مفید ہیں اور اُسپر مقدم۔
۱۲	مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے انتظام کو اشاعت اسلام پر مقدم سمجھنا۔
۱۴	اسلام کی اشاعت پر اسلام کی حمایت اور اسکی حفاظت مقدم ہو اسلئے انگریزی اور عقلی تعلیم سے جو فساد مسلمان انگریزوں کی انوکھے عقیدوں میں ہو رہا ہو اسکا انتظام نہی کیا ہو کی تالیف اور مذہبی تعلیم کو کتنا بڑا
۱۵	امریکہ میں علوم و فنون کی ترقی نے مذہب ایسا برا اثر پیدا کیا ہے کہ وہاں لوگ جھپٹتے جاتے ہیں اور مذہب اور لاد مذہبی پھیلتی جاتی ہے۔ دہا اسلام کے اعتقاد کا خیال ہے کہ لوگوں کو جو محنت و فتنہ کو بڑھاتا ہے جانتی ہو کی مفید ہوگا
۱۸	کوئی اصول و عقاید ہمارے جاری کی مقصود ہیں بجز ۳ فرقوں کے کفر قد کا مانا ہوا اسلام پھیلانا منظور ہے
۲۰	الگزٹیر و ریٹ صاحب کیا اطمینان ہے اور خود اسلام کے کہنا تک اقف ہیں۔
	جو اب بات شہادت متذکرہ بالا
۲۱	اشاعت اسلام اور سب کاموں پر مقدم ہے۔
۲۳	اشاعت اسلام میں مدد کرنے سے اور کاموں میں کچھ خلل نہیں ہو سکتا۔
۲۵	امریکہ میں اسلام کی اشاعت میں فرقہ وارانہ گٹن اسلام کی دعوت دینو سوز یا وہ دوسری ہے۔
۲۸	مسلمان انگریزوں کی عقاید کی حفاظت نہی کیا ہو کی تالیف اور مذہبی تعلیم کو جو

۳۴	عالموں کے مشکل ہے اس کام کی امید یورپین عالموں ہی سے ہو سکتی ہے۔
۳۵	اسلام کا علم و حکمت کے مطابق ہونا اور چہا علوم کی ترقی ہی یا اسلام کی اشا کا کچھ اندیشہ کرنا۔
۴۰	توحید کا ثبوت عقل و فطرت سے
۴۱	ثبوت کا ثبوت
۴۲	قرآن کا معجزہ ہونا اور آنحضرت کے حالات سے خود آپ کے ثبوت کے دعویٰ کی تصدیق۔
۴۳	قرآن کا بظاہر فصاحت و بلاغت کے معجزہ ہونا۔
۴۵	آنحضرت کا خود اپنے ثبوت پر حجت ہونا۔
۴۶	ملک اور قوم عرب کی کیفیت۔
۴۸	اثر آنحضرت کے وعظ اور ہدایت کا۔
۵۲	تعلیم کی ترقی کا برا اثر مذہب عیسائی پر پڑنے کا سبب۔
۵۳	علم اور مذہب کے موافقت اور مخالفت پر بحث۔
۵۵	غلط فہمی سے مذہبی اور علمی سائل کا باہم مخالف ہونا۔
۵۶	مذہب اور علم کے حدود اور اس کے فرائض۔
۶۱	مذہب کے حدود و جہان علم کی مداخلت نا جائز ہے۔
۶۵	اسلام کا امریکہ میں جاری کرنا جو قرآن میں ہے۔
۶۸	دیب صاحب پر بھروسہ کرنے کا سبب اور امید اس بات کی کہ اپنی کوشش میں
۷۳	اسلام کی اشاعت کے وہ کامیاب ہونگے۔
۷۵	چندہ جمع کرنے کی تحریک۔
۷۵	حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ایک حکایت سلسلۃ الذہب سے۔

اشاعت اسلام پر

# نواب محسن الملک ہمارے

۲۴ مئی ۱۸۹۲ء مطابق ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھ کو حیدرآباد دکن میں دیا تھا

بعد اضافہ بعض مضامین کے دارالطبع سرکار عالی میں چھاپا گیا



۳۴	عالموں کے مشکل ہے اس کام کی امید یورپین عالموں ہی سے ہو سکتی ہے -
۳۵	اسلام کا علم و حکمت کا مطالعہ نہ کرنا اور یہاں علوم کی ترقی نہ کرنا اسلام کی اشاعت کا کچھ اندیشہ نہ کرنا -
۴۰	توحید کا ثبوت عقل و فطرت سے
۴۱	نبوت کا ثبوت
۴۲	قرآن کا معجزہ ہونا اور آنحضرت کے حالات سے خود آپ کے نبوت کے دعویٰ کی تصدیق -
۴۳	قرآن کا لہجہ فصاحت و بلاغت کے معجزہ ہونا -
۴۵	آنحضرت کا خود اپنے نبوت پر حجت ہونا -
۴۶	ملک اور قوم عرب کی کیفیت -
۴۸	اثر آنحضرت کے وعظ اور ہدایت کا -
۵۲	تسلیم کی ترقی کا برا اثر مذہب عیسائی پر پڑنے کا سبب -
۵۳	علم اور مذہب کے موافقت اور مخالفت پر بحث -
۵۵	غلط فہمی سے مذہبی اور علمی مسائل کا باہم مخالف ہونا -
۵۶	مذہب اور علم کے حدود اور اس کے فرائض -
۶۱	مذہب کے حدود و جہان علم کی مداخلت ناجائز ہے -
۶۵	اٹلس اسلام کا امریکہ میں جاری کرنا جو قرآن میں ہے -
۶۸	دیوبند صاحب پر بھروسہ کرنے کا سبب اور امید اس بات کی کہ اپنی کوششیں اسلام کی اشاعت کے وہ کامیاب ہونگے -
۷۳	چندہ جمع کرنے کی تحریک -
۷۵	حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ایک حکایت سلسلۃ الذہب سے -

اشاعتِ اسلام پر

# نواب محسن الملک بہادر نے

۲۳ مئی ۱۸۹۲ء مطابق ۲۶ شوال ۱۳۱۰ کو حیدرآباد دکن میں دیا تھا

بعد اضافہ بعض مضامین کے دارالطبع سرکار عالی میں چھپایا گیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ

آج ہمارے بزرگ اور واجب التحظیم حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب  
قیصری القادری نے جس کام کے واسطے آپ لوگوں کو تکلیف دی ہے، وہ ایک  
ایسا کام ہے جو ہمیشہ سے ہمیں مرغوب اور پسندیدہ رہا ہے، اور جسکی  
طرف ہماری طبیعتوں کا میلان اور ہمارے دلوں کا جوش و ولولہ مشہور  
ہے۔ وہ کیا ہے؟ اشاعت اسلام یعنی اسلام کا اُن قوموں میں  
پھیلانا، جہاں اب تک اُس سے واقف نہیں ہیں، اور خدا کے نام  
کی منادی اُن ملکوں میں کرنی، جہاں اب تک اس کے پاک نام کی منادی  
نہیں ہوئی۔ پس کیا نیک اور مبارک ہی یہ کام، اور کیا دلکش  
اور پیارا ہے یہ نام۔ خدا برکت دے اُسے جیسے ایسٹرنک کام  
کے لئے آپ لوگوں کو دعوت دی، اور رحمت ہو آپر جنھوں نے

اُسے قبول کیا۔

میرے عزیز بھائیو۔ آپ کو خدا کا شکر کرنا چاہئے، کہ یہ مشکل کام اشاعتِ اسلام کا جسکی مدد کے لئے آج آپ جمع ہوئے ہیں، خدا نے آپ پر کیا آسان اور سہل کر دیا ہے، کہ نہ اُسکا کرنا آپ کو مشکل ہے، اور نہ وہ مصیبتیں اور تکلیفیں جو اُسکے پیچھے آپ کے بزرگوں نے اٹھائیں آپ کے سامنے ہیں۔ اُسکے آغاز ہی پر خیال فرمائے، کہ آج جو اس اہم کام کے لئے آپ جمع ہوئے، تو اُسی میں آپ کو کیا تکلیف ہوئی۔ بڑی سی بڑی زحمت یہ ہوئی، کہ نسیم صبح کی طرح ٹھنڈے ٹھنڈے گھر سے نکلے، اور بادِ بہاری کے مانند ایک ہوا دار پر فضا میں آپہونچے۔ جھالردار پاکلیوں کی بدولت سر نے نہ جانا کہ آفتاب کی تمازت اور دھوپ کی شدت کیا چیز ہے، صبارِ قمار گھوڑوں نے پاؤں کو خبر نہونے دی، کہ کانٹوں کا درد اور آبلوں کی سوزش کس کا نام ہیں گھر سے بھوکے نہ نکلے کہ خالی پیٹ پکارتا ”الْجُوعُ الْجُوعُ“ پیاس کی تکلیف نہوئی کہ سوکھی زبان جلاتی ”الْعَطَشُ الْعَطَشُ“ پھر اُسکے انجام پر نظر کیجئے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ چند درم یا چند دینار سود کرنی، اور اپنی کمائی میں سے ایک چھوٹا سا حصہ دینا۔ نہ وطن سے ہجرت کی ضرورت نہ خویش و اقارب سے جدا ہونے کی حاجت۔ اب خیال کرو اپنے بزرگوں کو کہ انھوں نے اس کام کے پیچھے کیسے دکھ اور درد سہے، اور کیسی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائیں۔ اسلام کی محبت میں اپنے پیاروں اور عزیزوں کو چھوڑا،

مان باپ جور و بچون کو خیر باد کہا۔ بے زاد و راحلہ خدا کی راہ میں چل  
 کھڑے ہوئے۔ ایسی جلتی مٹی تھیری زمینوں پر چلنا پڑا جہاں سوا گرم  
 آفتاب کے اُنکے سہروں پر کچھ سایہ نہ تھا۔ اور ایسے پُر خار جنگلوں میں  
 جانا پڑا، جہاں سوا سے نوکدار کانٹوں کے اُنکے سوجے ہوئے پاؤں کا  
 کوئی فخر نہ تھا۔ بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر بندھ جاتے، اور پیاس کی  
 شدت میں زبان منہ سے نکلی پڑتی، مگر وہ خدا کے شیر، اللہ کی یاد میں  
 سیر کھی اُف نکرتے، اور اسلام کے پھیلانے اور خدا کی مادی کرنے میں  
 تمام مصیبتوں کو راحت سمجھتے۔ درحقیقت اسلام اُنکا تھا، اور مسلمان وہ تھے  
 ہم نام کے مسلمانوں کو اسلام کی کیا قدر، اور اُسکا کیا درد۔ بلی کی یاد میں  
 باد یہ پیمائی کا مزہ قیس ہی جانتا ہے، اور عشق میں شیریں کے کوہ کنی کے  
 در کی نسر، دہی کو خبر ہے۔

تو ناز میں جہانی دنا پروردہ ترا سو نہ درون و نیاز ما چہ خبر  
 چو دل بہر نگاری نہ بستہ اسی نہ ترا حالت عشاق بے نوا چہ خبر  
 انہیں کا وہ اسلام تھا، جسکی بدولت اس اُمت نے ”خیر الامم“  
 کا لقب پایا، اور اُنکے حق میں خدا نے ”کنتم خیر امۃ اُخرجت للنا“  
 فرمایا۔ انہیں کی حیرت انگیز کوششوں کے سبب اسلام کا جھنڈا  
 قیصر کے قصر اور کسریے کے ایوان پر اُڑنے لگا، اور ایشیا  
 کے میدانوں اور یورپ کے پہاڑوں میں ”اللہ اکبر“  
 کی صدا گونجنے لگی۔ انہیں بزرگوں کی محنتوں اور تکلیفوں کا نتیجہ ہی کہ

اسلام اس تیزی اور اس خوبی سے پھیلا، کہ دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ گئے۔  
 انھیں کی تخلیفون اور مصیبتوں کی برداشت کا ثمرہ ہے، کہ خدا کے نام  
 کی منادی جنگل اور دریا غار اور پہاڑ، ویرانہ اور آبادی میں ہو گئی۔  
 انھیں کی وہ دل کی کپکپا دینے والی تقریریں تھیں جنہوں نے عرب سے  
 سنگدل جنگلیوں کے دلوں کو موم کر دیا۔ انھیں کے وہ پاک کلام تھے  
 جنہوں نے دشمنوں کے دلوں کو اسلام کے پاک عقاید سے روشن کر دیا۔  
 انھیں کی بدولت بتانوں میں گھنٹوں کی مکر وہ صدا کے بدلے "اللہ اکبر"  
 کی پیاری آواز آنے لگی۔ انھیں کی کوششوں سے آشکدوں میں آگ  
 کے بجائے خدا کے کلام کی روشنی ہونے لگی۔ شرک و بت پرستی کی  
 تاریکی دنیا سے دور ہوئی، اور ایک بے چون و بیچون بے شبہ و  
 بے نمون خدا کی منادی جہان میں پھر گئی۔ بتخانے ویران ہو گئے۔ آشکد  
 ٹھٹھے بے رنگ۔ تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اور دہریت کا باطل خیال  
 باطل ہو گیا۔ "جَاءَ الْحَقُّ وَزُهِقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا"  
 اگر ہم اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے، اور حسن عقیدت اور حسن عمل کے  
 ساتھ اسلام کی اشاعت میں سرگرم رہتے، تو غالباً آج کوئی خطہ زمین کا  
 ایسا نہوتا جہاں خدا کا نام نہ پکارا جاتا، اور اسلام کا پرچم نہ لہلہاتا  
 ہوتا۔ مگر افسوس کہ ہم میں سوائے نام کے کوئی خصلت کوئی حادث  
 کوئی چیز بھی انکی باقی نہ رہی، اور سوائے اپنے نفسانی خواہشوں میں  
 سہمک ہونے کے کوئی بات شریعت و اسلام کی جہن یاد نہ رہی۔

سچ یا امر معروف  
 نہی کا ایک جوہر ہے

زمانہ ان سے خالی ہو گیا ، پر کوئی اُنکا جانشین نہوا۔ وہ خدا کے بندے دنیا  
 پہلے ، مگر کوئی اُنکا وارث نہوا۔ اور وارث ہوئے ، تو ہم سے چنے  
 صادق ہے خدا کا یہ قول ، **فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِ مِنْ خَلْفٍ أَضَاعُوا**  
**الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشُّهُوَاتِ**۔ ذرا آنکھ کھول کر اسلامی دنیا کو عبرت  
 کی نظر سے دیکھو ، اور مسلمانوں پر اور اُنکے اسلام پر غور کرو۔ کیا پاؤ گے  
 کوئی ایسا خطہ زمین کا جہاں کے مسلمانوں کو اسلام کا عشق ، اسلام کا درد  
 اسلام کا شوق ہو۔ کیا دیکھو گے کسی ملک میں کسی فرقہ کو مسلمانوں کے  
 ایسا جسکو اسلام کی اشاعت ، اسلام کی حفاظت ، اسلام کی حمایت کا  
 کچھ بھی خیال ہو۔ کیا ہو گئیں وہ بستیان جہاں ایسے پاک مسلمان اور جانا  
 مسلمان آباد تھے۔ کہاں گئے وہ مسلمان جنکے اسلام اور اسلام کے خوبیوں کی  
 دنیا میں دھوم تھی۔ افسوس صد افسوس **يَا مَرْهَمُ خَالِيَةً وَخَطَايَا**  
**بِالْيَةِ رُسُوهُمْ قَدْ عَفَتْ وَحُوسُوهُمْ قَدْ انْطَفَتْ مَا بَقِيَ مِنْهُمْ**  
**مُطْعِمٌ وَلَا طَاعِمٌ وَلَا ثَوِيٌّ وَلَا طَاعِمٌ**

**نظم**  
**فَاَيْنَ كِرَامِ الصَّيْدِ مِنْ اِلْهَاتِهِمْ وَلَا هَاشِمٍ بَاقِي وَلَا اِنَامٌ بَقِيَا**  
**يَسَدِ دُهُمِ اَيَّامِ الْبَلَاءِ قَبْلَ دُكُوهِمْ وَقَرَّ قَلْبُ رَيْبِ الْمَنُونِ فَمَقُولَا**

لہ (ترجمہ) اُنکی بستیان خالی ہیں ، اور اُنکی ہڈیاں بوسیدہ ، اُنکی نشانیاں مٹ گئیں ، اُنکی  
 نوادریں کند ہو گئیں ، کوئی نہ رہا اُن میں کھانے یا کھلانے والا مقیم یا سفر۔ کہاں گئے  
 بزرگان بنی ہاشم ، اور کیا ہو گئی اُنکی اولاد ، افسوس کہ مصیبت نے اور زمانہ کے  
 بلاؤں نے انکو تباہ کر دیا ، اور موت نے انکو مٹا دیا۔

لے میرا دل کے پیچ  
 لے میرا دل کے پیچ  
 لے میرا دل کے پیچ  
 لے میرا دل کے پیچ

ہمایت ٹھیک کہا ہے ہمارے حال پر ہمارے ہندوستان کے سعدی حالی نے

وہ ملت کہ گرد و نیچہ جکا قدم تھا ہر اک کھونٹ میں جیکا بر پا علم تھا

وہ فوقہ جو آفاق میں محترم تھا وہ است لقب جس کا خیر الامم تھا

نشان اُسکا باقی ہے صرف بقدر

کہ گیتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلمان

وگر نہ ہماری رگوں میں لہو میں ہمارے اراو و نین اور جستجو میں

دلو نین زبا و نین اور گفتگو میں طبعیت میں فطرت میں جا و تین میں

نہیں کوئی اسلام کی بات باقی

اگر ہر کسی میں تو ہے اتفاقی

اِس ناامیدی کی حالت میں اگر کوئی چیز ہمارے دل کی تسلی دینے والی ہو

تو خدا کا یہ وعدہ کہ ”اللہ مُتِمُّ قَوْلِہٖ وَلَوْ كَرِهَ الْغَافِرُونَ“

وہ نور کیا ہے؟ اسلام جسکی تکمیل اور تمام کر نیکا وعدہ خدا نے

فرمایا ہے۔ اگر ہماری حالتوں میں کچھ تبدیلی نہ ہو اور ہم اپنی خواہشات

سے تہ چوکنیں اور اپنے بزرگوں کی کہانیاں سن کر جوش میں نہ آئیں

اور اپنے آباؤ اجداد کی نشانیاں دیکھ کر بھی ہمارے دلو نین گد گدی پیدا

نہو، تو کیا شک ہو کہ جو اسلام نام کو باقی ہے وہ بھی نہ رہیگا اور جو پاری

صورت اسلام کی بگڑی ہوئی حالت میں نظر آتی ہے وہ بھی نظر نہ پڑیگی۔

۱۔ اصل مصرعہ یہ ہے۔ نہیں کوئی فردِ نجات کا باقی۔



کیا ایسا ہو گا ؟ اور کیا خدا کی یہ روشنی ٹھیک جا نیگی ؟ لاَ وَاللّٰهِ لَا وَاللّٰهِ  
 لَا وَاللّٰهِ لَا ' وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ۔  
 هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قُطِّعُوا وَيُمْسِكُ بِرَحْمَتِهِ وَهُوَ الْوَلِيُّ  
 الْحَكِيمُ ۔ کیا سچا ہے یہ قول ” جب تک سانس ہر تب تک  
 آس “ پھر کیون ہم آس چھوڑیں ، اور خدا کی رحمت سے نا امید ہو  
 اور کیون ہوں ۔ ہم اگرچہ بھاری ہیں مگر ابھی مرے نہیں ، گو ضعیف ہو گئے  
 ہیں ، مگر ابھی دم نہیں توڑا ، دماغوں کی قوت و لون کا جوش طبعیتوں کا  
 دلولہ بلاشبہ بہت کچھ کم ہو گیا ہے مگر ابھی باقی ہے ۔ وہ دل کی ہادی  
 والی آواز ” اَللّٰهُ اَكْبَرُ “ کی جو ہمارے بزرگوں کے منہ سے نکلتی تھی  
 اگرچہ سست پڑ گئی ہے مگر کانون میں اب تک گونج رہی ہے ۔ وہ خوبصورت  
 تصویر اسلام کی جو ہمارے باب دادا نے کھینچی تھی اور جس نے ساری دنیا  
 کو اپنا گرویدہ اور فریقہ کر لیا تھا ، اگرچہ نقاب میں چھپ گئی ہے مگر ہماری  
 آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئی ۔ وہ ابراہیمی خون جو ہماری رگوں میں دوڑتا  
 پھرتا تھا اگرچہ دھیمہ پڑ گیا ہے مگر ابھی جاری ہے ۔ وہ ہاشمی جوش جو ہمارے  
 سینوں میں بھرا ہوا تھا اگرچہ سست ہو گیا ہے مگر ابھی باقی ہے ۔ وہ نور  
 اسلام کا جس سے ہمارے دل روشن تھے اگرچہ دُھندلا ہو گیا ہے ، مگر ابھی  
 بجھا نہیں ۔ اب بھی اسلام کی حرارت اس قدر باقی ہے ، کہ اسلام کا نام نہ کر

لے (ترجمہ) قسم ہے اس شخص کی جس نے تقدیر میں میری جان ۔ مے دی جو برساتا ہو یا ابدا کے کو لوگ  
 نا امید ہو گئے ہوں اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور مری ہے کاموں کا بنانے والا اور سب خیرین  
 سے موصوف ۱۲ ۔

وجد میں آجاتے ہیں۔ مذہب کا جوش اب تک اتنا ہی کہ دین کی آواز سنتے ہی  
 چونک پڑتے ہیں۔ اور یہی دلیل اس بات کی ہے کہ اسلام ابھی باقی ہو  
 اور مسلمان ہنوز زندہ ہیں اور جیتک زندگی ہے ہر طرح کی امید ہے۔  
 آج ہی کا یہ جلسہ اور اس وقت کا یہ مجمع جہان مسلمانوں کی اتنی پاک صورتیں  
 اس وقت نظر آ رہی ہیں ہماری امیدوں کا تازہ کرنے والا اور ہمارے یک  
 کا مٹانے والا ہے۔ یہ جلسہ نہ کوئی شاہی دربار ہے، جہان لوگ سلام  
 و محرم کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ نہ کوئی تقریب شاہی اور خوشی کی ہے جہان سیر و تفریح  
 لئے آئے ہیں۔ ایک اللہ کے بندے نے خدا کی راہ میں قدم رکھا، اسلام کے دوڑنے والے  
 بتیاب کیا، اور اسی اسلام کے پھیلا کا خیال آیا۔ دوسرے اسکی مدد کی، اسکو دل کو بڑھایا،  
 اور خدا کے نام کی مٹادی کرنے میں اسکا شہر یک ہوا۔ اور وہ دونوں خدا  
 کے فقیر کھول ہاتھ میں لئے اور جھولی گئے میں ڈالے ہوئے شیتنا اللہ  
 پکارتے یہاں پہنچے۔ ایک تیسرا خدا کا بندہ انکی مدد پر کھڑا ہوا اور آپ  
 دعوت دی۔ اسلام کا نام مسنتے ہی وہ مذہبی جوش جو آپ لوگوں کے  
 دلوں میں چھپا ہوا تھا موجزن ہوا، اور آپ کو یہاں تک لایا۔ وہ محبت  
 اسلام کی جو آپ کے سینوں میں پوشیدہ تھی جوش میں آئی اور اُسے  
 آپ کو یہاں تک پہنچایا۔ پس حاجی عبداللہ صاحب عرب کا ایسے نیک  
 کام پرست ہونا، مولوی حسن علی صاحب واعظ کا انکی مدد پر کھڑا ہونا  
 حضرت مولانا سیدنا حاجی شاہ عبدالرحیم صاحب قبلہ کا آپ کو دعوت  
 دینا، آپ سب لوگوں کا آنا اور اس کام میں مدد کے لئے آمادہ ہونا

یہی وہ باتیں ہیں جو ہمارے مرے ہوئے دل کو زندہ کرنے والی اور نایاب  
کی حالت میں امید دلانے والی ہیں۔ اے کاش خدا ہماری امید پوری کرے  
اور ہم کو ایسے نیک کام میں مدد کرنے کی پوری توفیق دے۔

اے میرے عزیز بھائیو۔ جناب مولوی حسن علی صاحب  
واعظ ابھی آپ کو سمجھا چکے ہیں کہ حاجی عبداللہ صاحب عرب اور وہ  
دونوں امریکیہ میں اسلام کی منادی کرنی چاہتے ہیں، اور انکو یہ شوق  
وہیں کے ایک ایسے ذی وجاہت اور ذی علم آدمی کے سب سے پیدا ہوا ہے  
جنے دین اسلام کو سچا اور برحق سمجھ کر قبول کیا ہے اور اپنے ملک میں  
اُسکی اشاعت کرنے کا خواہشمند ہے۔ جو کچھ اُسکا خیال ہے اور جو طرح  
وہ اس کام کو انجام دینا چاہتا ہے اُسکی پوری کیفیت آپ کو ان تحریروں  
سے معلوم ہو گئی جو مولوی صاحب نے ابھی پڑھیں۔ اُسکی نسبت مجھے کچھ  
کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری غرض اسوقت کھڑے ہونے اور  
اس پریشان تقریر کرنے سے صرف یہ ہے کہ میں اُس تحریک کی تائید کروں  
اور اُس میں اُنکا ہم صغیر بنوں۔ مگر یہ کام ایسا ہی حسین مجھے بہت ہی تھوڑا  
کہنا ہے۔ اسلئے کہ اسلام کی اشاعت کے ثواب اور اُس میں مدد دینے  
کی فضیلتیں جو کچھ خدا اور اُسکے رسول نے فرمائے ہیں وہ ایسی ہیں کہ  
ہر مسلمان کے دل پر توحید کے کلمہ کی طرح نقش ہیں۔ اسلام کی دعوت  
دینے کی فرضیت ہر کلمہ گو کو معلوم ہے۔ اسلئے اُنکا بیان درحقیقت  
تحصیل حاصل ہے۔ البتہ ایسے موقع پر جو شکوک اور شبہات پیدا ہو سکتے ہیں

اور اسکے خلاف میں جو خیالات ظاہر اور جو دلیلین پیش کیا سکتی ہیں انکا بیان ضرور ہے۔ تاکہ اس کام کے شروع کرنے سے اول انپر غور اور انکا تصفیہ کر لیا جائے۔  
**اول** یہ کہ آیا یہ کام اسلام کی اشاعت کا اور کاموں پر جو مسلمانوں کی بھلائی کے لئے ہیں ایسا مقدم ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر اسی کو اختیار کرنا چاہئے یا یہ کہ پہلے مسلمانوں کی اور ضرورتیں پوری ہوں اور انکی حالتیں درست کر لی جائیں تب اس کام کا خیال کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ان تمام مشکلات پر غور کر لیا جائے اور اس کام میں پیش آنے والی ہیں۔

تیسرے یہ کہ وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے مسلمانوں کو اطمینان ہو کہ جس غرض کے لئے وہ چندہ دیں گے اسی میں انکا روپیہ صرف ہوگا اور جس کام کے لئے ان سے روپیہ لیا جائے گا وہ ابھی طرح چلیگا۔

چوتھے یہ باتیں ہیں جو بظاہر تصفیہ طلب ہیں۔ اسلئے میں انکو ذرا تفصیل سے بیان کرنے اور آپ کے قیمتی وقت لینے کی اجازت چاہتا ہوں۔

پہلے امر کی نسبت بلاشبہ بہت کچھ رایوں کا اختلاف ہوگا اور مختلف مذاہب مختلف خیال اور مختلف طبیعتوں کے آدمی اپنے مذاق اپنے خیال اور اپنے طبیعت کے موافق اس کے نسبت رائے دیں گے۔

کوئی کہیگا کہ اور بہت سی چیزیں اسلام کے فائدے اور مسلمانوں کی بھلائی کی ایسی ہیں جو اس پر مقدم اور مسلمانوں کی توجہ کی محتاج ہیں۔ اور بہت سے کام مسلمانوں کے فائدے کے ایسے ہیں جو انکی ایک کے مختلف حصوں

مختلف طور پر غریب مسلمان انجام دینا چاہتے ہیں، مگر روپیہ کی مدد نہ ملنے سے ادمورسے پڑے ہوئے ہیں۔ انکو چھوڑ کر نئی دنیا میں اسلام پھیلانے کا خیال کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور اگر اسلام کی اشاعت کا کام ان پر مقدم ہے تو امریکہ کی کیا خصوصیت ہے، خود ہندوستان میں اسکی ضرورت ہے، آفریقہ والوں میں بہت کچھ مادہ اسلام کے قبول کا پایا جاتا ہے لیورپول سب سے زیادہ مدد کا محتاج ہے۔ ان سب کو چھوڑنا اور امریکہ کو اس کام کے لئے منتخب کرنا ترجیح بلا مرجح ہے۔

بعض لوگ خصوصاً وہ جو زیادہ دور اندیش اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے خواہاں ہیں، کہیں گے کہ اب بھی دنیا میں مسلمانوں کی کچھ کمی نہیں ہے، مگر کیا لحاظ عقاید و اخلاق کے، کیا بنیال تعلیم و تربیت کے، کیا لحاظ تہذیب و معاشرت کے، وہ بہت پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور انکی حالت بہت کچھ اصلاح کی محتاج ہے، وہ روز افزون قلت و ادبار کی حالت میں گرفتار ہیں، اور افلاس اور بھل کی ہلک بیماری میں مبتلا۔ ہر روز ایک نئی مصیبت کا آہن سنا، اور ہر شام ایک تازہ بلا سے انکا مقابلہ ہے۔ نہ انکی تعلیم کا بندوبست ہے، نہ تربیت کا انتظام۔ سیکڑوں خاندان ایسے ہیں، جو علم کے معدن اور کمال کے فخرن تھے، اور جہاں سے صد ہا مسلمان عالم نکلے تھے۔ اب انکا پتہ بھی نہیں ہے۔ انکی اولاد جاہل علم سے بے بہرہ، در بدر ماری پھرتی ہے، جسکا نہ کوئی پرسان ہے نہ خبر گیران۔ اسی طرح ہزار ہا گھرانے ایسے امیرون کے تھے، جنکی دولت و ثروت

اسلام کی عزت تھی، اور جنگی بدولت ہزاروں مسجدیں آباد، سیکڑوں خانقاہیں  
 سمور، اور بیسوں مدرسے جاری تھے۔ اب اُنکا نشان بھی نہیں۔ اُنکے  
 پس ماندے مفلس فقیر اور روٹیوں کو محتاج ہیں، کسیکو خبر بھی نہیں ہوتی،  
 کہ قانون نے اُنکا اور اُنکے بچوں کا کیا حال کیا، اور بھوکے مارے  
 وہ کب مر گئے۔ ایسی حالت میں کب مناسب بلکہ جائز ہے، کہ اُنکی خبر  
 نہ لیجائے، اور اُنکی اس افسوسناک حالت پر کچھ توجہ نہ ہو، وہ اسی دردناک  
 حالت میں چھوڑ دئے جائیں؛ اور ایک دور و دراز ملک میں اسلام  
 پھیلانے کے لئے روپیہ جمع کیا جائے۔ اول اپنے درد کی دوا کرنی  
 لازم ہے، تب دوسرے مریض کی خبر لینی چاہئے۔ پہلے اپنے ٹوٹے  
 بھوسے گھر کی مرمت مناسب ہو، تب دوسرے کے لئے محل اور عمارت  
 بنانے کی فکر۔ اسلئے مناسب بلکہ واجب ہو، کہ مسلمانوں کے لئے وہ در  
 پیدائے جائیں؛ جنہیں اُنکی یہ مصیبت دور ہو، اور اُنکے واسلئے وہ سامان  
 جمع کئے جائیں؛ جنسے وہ اس ذات سے نکلیں۔ اُنکی تعلیم کا بندوبست  
 کیا جائے؛ اُنکے لئے مدرسے بنائے جائیں؛ اُنکی تربیت کا انتظام کیا  
 جائے، اور جن نیک بندوں نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے، اُنکو مدد دی جائے  
 اور مسلمانوں کے افساس اور جہل سے نکلنے کی تدبیریں، جو مختلف حصوں  
 میں ہندوستان کے ہو رہی ہیں؛ پوری کی جائیں۔ اسکے بعد اسلام کی  
 اشاعت کا دوسرے ملکوں میں ارادہ کرنا چاہئے۔  
 اگر زمانہ کے انقلاب اور اُنکے نتائج، خصوصاً نئی تعلیم اور نئی

تہذیب کے برے بیجوں پر غور کرنے والوں کی باتیں سنئے تو وہ کہیں گے  
 کہ اسلام کی اشاعت بلاشبہ نہایت عمدہ اور ثواب کا کام ہے، مگر اسلام  
 کی حمایت اور اسکی حفاظت؛ اسپر مقدم ہے، جس طرح کہ حملے کے نسبت  
 مدافعت زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اسلام پر تو چاروں طرف  
 سے حملے ہو رہے ہیں؛ غنیم کے متواتر حملوں سے اس کے مورچے ٹوٹ  
 رہے ہیں؛ اسکا دروازہ کھل گیا ہے؛ دشمن کی فوج گھر میں گھس آئی ہے؛ اور  
 اَلْقَتْلُ الْقَتْلُ کا غل مچا ہوا ہے۔ نہ محصورین کا کوئی بچانے والا ہے؛  
 نہ عورتوں اور بچوں کا کوئی محافظ۔ گھر میں آگ لگی ہوئی ہے؛ کوئی اسکا  
 بجھانے والا نہیں۔ فوج منتشر ہوتی جاتی ہے؛ کوئی اسکا روکنے والا نہیں۔  
 اسپر جو لوگ زندہ ہیں اور کچھ کر سکتے ہیں؛ انکو یہ خط ہے کہ دوسرے  
 ملک پر چڑھائی ہو؛ اور نئے قلعے فتح کئے جائیں۔ نئی تعلیم اور نئی تہذیب  
 کے مسلسل اور متواتر حملوں سے اسلام کے عقیدے؛ مذہب کی باتیں  
 اور شرعی احکام؛ ہمارے نو تعلیم یافتہ بیچوں کے دلوں سے حرفِ غلط  
 کی طرح فٹتے جاتے ہیں؛ اور لائبریری و باکی طرح پھیل رہی ہے؛ نہ اسلامی  
 سلطنت باقی ہے؛ کہ حکومت کا خوف اسے روک سکے؛ نہ قاضیوں کے حکم اور شرع  
 قوت سے کا ڈر ہے؛ کہ جان بچانے کے خیال سے کفر کی بات کوئی زبان سے  
 نہ نکال سکے۔ یہ تو آزادی کا زمانہ ہے؛ اسکی برائیوں کی روک تھام بھی  
 آزادی ہی سے ہو سکتی ہو۔ ایسی حالت اور ایسے وقت میں ضرورت  
 ہے اسکی کہ ایسی مذہبی تعلیم سے جو اس زمانہ کے مناسب ہو؛ اتحادِ دولہا

خیالات بند کئے جائیں، اور انگریزی تعلیم کے بُرے نتیجے؛ ایک نئی قومی اور ایک نئی مذہبی تعلیم سے روکے جائیں، نئی نئی کتابیں تالیف اور درس میں داخل ہوں، نئی تحقیقاتوں اور نئے علم کلام سے مذہب کی حمایت اور نطقت کی جائے۔ ان باتوں کو چھوڑنا؛ اور امریکہ میں مذہب پھیلانے کا خیال کرنا؛ دور اندیشی اور دانشمندی سے بعید ہے۔

دوسرے شبہ کی نسبت؛ کہ کون سی باتیں اس کام کے آغاز کرنے سے اول خیال اور تصفیہ کے لائق ہیں، بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ سب سے اول یہ؛ کہ یہاں اسلام پھیلانے کی فکر ہے؛ وہاں علوم و فنون کی ترقی اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی ہے؛ وہاں کے باشندوں کے مذاق؛ اور ان کے خیالات دوسری ہی قسم کے ہو گئے ہیں۔ اُن لوگوں کے دِلوں سے خود ان کے مذہبی عقاید محو ہوتے جاتے ہیں؛ وہ خود اپنے یہاں کی وحی اور الہامی باتوں سے منکر؛ اور مذہب اور علم کی کشمکش میں حیران و پریشان ہیں۔ وہاں مذہب کی روشنی خود دھیمی ہوتی جاتی ہے؛ اور علم کی نئی روشنی پر سب کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ عیسائیت کے بدلے دہریت اور حکمت پھیلتی جاتی ہے۔ پھر اُسے روز بروز ایسی ترقی ہو کہ نہ پا در یو کی حقارت و سختی؛ اور نہ حکومت کی قوت؛ اُسے دبا سکتی ہے۔ وہاں مذہب کا جوش ہی باقی نہیں رہا۔ پس وہاں درحقیقت اسلام پھیلانا؛ اُن لوگوں میں نہیں ہے جو عیسائی یا کسی مذہب کے پابند ہیں؛ بلکہ اُن شخصوں میں ہے جو مذہب کے منکر اور حقایق اشیاء کے معقدا؛ اور علم کے پیرو ہیں۔ گویا یہہہہہ



اسلام اور عیسائیت میں نہوگا؛ بلکہ اسلام اور فلسفہ میں۔ اس لئے دیکھنا چاہئے کہ جس حریف سے مقابلہ پڑے گا؛ اس پر چڑھائی کرنے کا سامان اور اس کے اوپر غالب آنے کے آلات بھی ہمارے پاس موجود ہیں کہ نہیں۔ اس مقابلے کو ہر ایک لڑائی سمجھنا؛ اور یہ خیال کرنا چاہئے کہ گویا ہم کسی مضبوط سنگین قلعے پر جس پر توپیں چڑھی ہوئی ہیں؛ اور جسکی توپوں کے گولے میلون اور کوسوں تک کی خبر لیتے ہیں؛ چڑھائی کرنا چاہتے۔ اگر ہمارے پاس پُرانے تیر و کمان اور ڈھال تو ار کے سوا ہے؛ کوئی دوسرا سامان؛ جو اس چڑھائی کے لئے ضروری نہ ہو؛ مثلاً نہ تو قلعہ شکن توپیں ہوں؛ اور نہ ہم کے گولے؛ نہ سرنگ لگانے کے لئے بارود ہو؛ نہ قلعہ اڑانے کا سامان؛ نہ ہمارے سپاہیوں کو ایسی لڑائی کا تجربہ ہو؛ اور نہ ایسے قلعوں پر چڑھائی کرنے کی مشق؛ تو لڑائی کا ارادہ؛ اور قلعہ کے فتح کی امید؛ محض ندامتی ہے۔ اس پر بھی اگر صرف شہادت کا شوق ایسے مقابلے پر لیجاے؛ تو ایسی شہادت خود کشی سے گھر بیٹھے نجلی حاصل ہو سکتی ہے۔ بھلا خیال تو کیجئے؛ کہ ایسے ملک میں جہاں علم و حکمت کی ایسی ترقی ہو؛ کہ ارسطو اور افلاطون کا کوئی نام نہ لیتا ہو؛ جنکے علم و حکمت کے مقابلے میں پُرانا فلسفہ حرفِ فلط کی طرح صفحہِ دل سے محو ہو گیا ہو؛ جنہوں نے تجربات اور مشاہدات سے ہر چیز کو علمِ یقین سے عینِ یقین کے درجے پر پہونچا دیا ہو؛ جسکی تحقیقاتوں اور تحقیقاتوں کے نتیجوں پر اعجاز و کرامت اور حیرت و طلسمات کا شبہ نہ ہوتا ہو؛ وہاں ایسے لوگوں کا؛ جو دوسرے مذہب والوں سے ملنے کو گناہ؛ دوسرے لوگوں کی زبان سیکھنے کو حرام

اور فلسفہ پڑھنے کو کفر جانتے ہوں؛ اور جو بہت سی ایسی باتوں پر جو خلافِ حکمت  
 خلافِ فطرت؛ اور خلافِ واقع؛ ہوں تقلیداً اعتقاد رکھتے ہوں؛ ایک تعلیم یافتہ  
 اور لائڈمب قوم کو مسلمان بنانے کے لئے جانا؛ اور اُسے اسلام کی دعوت  
 دینی؛ کیا مفید ہوگی؛ اور ایسے لوگوں کی باتوں سے وہاں کے لوگ اسلام کی طرف  
 کیا راغب ہوں گے۔ یہ وہ کام ہے کہ ابنِ رشد اور ابنِ طفیل سے فلاسفہ  
 بوعلی اور فارابی سے حکیم؛ غزالی اور رازی سے امام؛ طوسی اور دوانی  
 سے محقق؛ اُسکے لئے ہونے چاہئیں کہ اَدل اُنکی تحقیقاتوں اور اُنکے علوم  
 لرائی طے کئے بغیر غیر اور علمی مسائل کا مذہبی عقاید سے متحد اور موافق ہونا  
 باجملہ فرائض، اسلام کی دعوت دین؛ ایسے اہم اور نازک اور مشکل کام  
 کو ہمارے متعصب اعظم؛ اور ہمارے نادانوں کی مولوی کی طرح انجام دینگے  
 کوئی باتیں اسلام کی؛ جنکا اثر اہلِ علم اور اہلِ حکمت پر ہو۔ وہ خود  
 جانتے ہیں؛ جو اُنکو سمجھائیں گے؛ اور کن دلیلوں سے وہ اسلام کی  
 سچائی اُنپر ثابت کر سکیں گے۔ یہیں ہمارے بچے جو انگریزی پڑھتے  
 اور مدرسوں میں معمولی تسلیم پاتے؛ اور ہدایت و ہندسہ جغرافیہ تاریخ  
 کی آسان کتابیں پڑھتے؛ اور ابتدائی مسائل جانتے ہیں؛ ایسے بزرگوں کی  
 بزرگانہ باتیں سنکر ہنستے؛ اور اُنکی باتیں سمجھتے ہیں اُڑاتے ہیں؛ بلکہ اُنکی  
 باتوں سے اُنکے دل اسلام اور ایمان سے اور پھرتے جاتے ہیں؛ تو علم کے  
 دریا میں تیرنے والوں؛ حکمت کے سمندر میں غوطہ لگانے والوں؛ فتنہ غوث  
 اور بطلیموس کی تحقیقاتوں کے غلط ثابت کرنے والوں کے سامنے وہ کیا باتیں کرینگے

دوسری بات غور کر لیں لائق یہ ہے کہ کون سے اصول اور عقاید وہاں جاری کرنے مقصود ہیں۔ اس لئے کہ وہ سچا دین اور سیدھا سا دین اسلام جو ہکو نبی اُمی نے سکھایا تھا، اپنی اصلی حالت پر اس وقت باقی نہیں ہے۔ اُس بی رنگ نے ہزاروں رنگ پکڑ لئے ہیں، اور اُسکی سادگی ہزاروں بناوٹ اور تکلفات کے پردے میں چھپ گئی ہے، اختلاف اور تفریق کی کوئی حد باقی نہیں رہی۔ کہنے کو تو بہتر فرماتے ہیں، مگر تفصیل پر غور کیجئے، تو شمار اٹھا سیکڑوں سے بھی گزر جاتا ہے۔ پھر ہر ایک اپنے کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتا ہے۔

اختلافات دور کرنے کی فکر چاہئے اور اُس کے اوپر ایمان قرار دینے چاہئیں، جنگو پھیلانا، اور ایک تو دوسرے کی دعوت دینی مسطور ہے۔ اختلافات کی وہ ترقی ہے کہ ایک خاندان میں ایسے دو مسلمان بھی ملین گے جو اصول و عقائد درکنار، فروع اور فروع میں بھی نہایت چھوٹے چھوٹے مسکون میں جھگڑتے، یا ایک دوسرے کی تکفیر نہ فرماتے ہوں۔ اُن بہتر مذہبون کو جاننے دو جو اسلام میں مشہور ہیں، کسی ایک فرقے ہی کو لے لو، اور انہیں جو اختلاف اور اختلاف سے مخالفت، اور مخالفت سے عداوت ہو رہی ہے، اس پر نظر کرو، تو سوائے ناامیدی اور اسلام پر افسوس کر نیکے کوئی دوسری حالت نظر نہ پریگی۔ مثلاً اہل سنت کے فرقے کو لیجئے، حنین میں بھی داخل ہوں اور اکثر حاضرین مجلس۔ اور خیال کیجئے کہ اسکا کیا حال ہے۔ اگر انصاف

اور غور سے دیکھو، تو غالباً ستر سے زیادہ ایسی ایک فرشتے کی شاخیں ہونگی،  
 جنہیں طرح طرح کے پھل پھول لگے ہوئے ہوں، اور قیم قیم کے جھگڑے ذری  
 ذری سی بات پر دن رات ہوتے رہتے ہیں۔ کہیں ہاتھ ناف سے  
 اوپر رکھنے نہ رکھنے پر جھگڑا، کہیں آئین باہر کہنے نہ کہنے پر تکرار، کہیں  
 انگشت شہادت اٹھانے نہ اٹھانے پر لڑائی، کہیں ضامین اور دالین  
 کہنے پر فوجدارتی۔ غرض کہ جتنے منہ اتنی باتیں، جتنے آدمی اتنے جھگڑے  
 ایسی عالمہ میں لکھن میں بیہوش پڑ رہی ہو، دوسروں پر حملہ کرنا، اور اپنی  
 لڑائی طے کئے بہیر غیروں سے مقابلہ کیا مفید ہوگا۔ فرض کیجئے، کہ  
 مسلمانوں نے اس تجویز کو مستند بھی کیا، اس نیک کام پر متفق بھی ہو گئے،  
 چندہ بھی جقدر منظور سے جمع ہو گیا، اور وقت آیا کسی واعظ کو یہاں پہنچے  
 بھیجئے، اور ویب صاحب کو مدد دینے کا۔ تو کس فرقے کے مولوی بھیجے جا  
 اور کس خیال اور کس عقیدے کے لوگ منتخب ہونگے۔ اگر اہل حدیث نے  
 جناب مولانا مولوی عبدالقدوس نامی، کسی عالم کو بالفرض منتخب کیا، تو  
 متقلدین کہیں گے، کہ ہذا اوقاتی ہذا اکافر۔ اگر متقلدین نے حضرت  
 مولوی مدار بخش نامی، کسی شفیق و مہذب کو مثلاً اس کام کے واسطے تجویز  
 کیا، تو اہل حدیث فرمائیں گے، کہ ہذا ایدہ عتی ہذا افاسق۔ پھر  
 فرمائے، کہ کون منتخب ہو گا، اور وہ مقصود جسکے لئے یہ کوشش ہو رہی  
 ہے، کیونکر حاصل ہوگا۔ رہا یہ اختلاف، وہ نہ دور ہوا، نہ ہو گا، نہ ہو سکتا  
 ناوان ہے وہ جو اسکا خیال کرے۔ اور پاگل ہے وہ جو اسکی تنکار کرے

اب رہا تفسیرِ شبہ کہ جس نیک کام کے لئے روپیہ وصول کرنا منظور ہے؛ اُنکے ضایع ہونے کا کیا اطمینان ہے۔ اُنکی نسبت کہا جاسکتا ہے؛ کہ جس اللہ کے بندے کے بھروسے یعنی دیب صاحب پر یہ کام شروع کیا جاتا ہے؛ اُنکا حال کیا ہے۔ اُنکو خود اسلام اور اسلام کے اصول و فروع سے کہانتک واقفیت ہے؛ اور اُنکے خیالات دین اسلام کی نسبت کہانتک اسلام کے مطابق ہیں۔ پھر اُنکا رویہ اور جن کیسا ہے؛ اور وہ اپنے ارادے میں کہانتک مستقل اور اس کام کے کرنے میں کیسے مستعد ہیں؛ اور وہ اس کام کو کس طرح اور کسکی صلاح و مدد سے چلاؤ گے۔ پس اے میرے دوستو اور دین اسلام کی امریکہ میں اشاعت چاہنے والو؛ یہ وہ اہم اور تصفیہ طلب باتیں ہیں؛ جو کسیکے خیال میں گزر سکتی ہیں۔ اور جنکا فیصلہ ضرور ہے۔ مگر میں اپنے دوست حاجی عبد اللہ صاحب عرب اور اُنکے موید مولوی حسن علی صاحب کی طرف سے کہہ سکتا ہوں؛ کہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ہے؛ جسکے لئے ہم اپنے ارادہ سے باز آسکیں؛ یا جو ہم نے ارادہ کر لیا ہے؛ اُس سے پیچھے ہٹ سکیں۔ اِس دُنیا میں کوئی کام دینی ہو یا دنیوی؛ ایسا نہیں ہے جسپر کچھ اعتراض نہ ہو سکیں؛ اور جس پہلو سے دیکھا جائے اُس میں کامیابی ہی کی اُمید ہو۔ مثلاً جو لوگ اشاعتِ اسلام سے دوپہرے کاموں کو ضروری؛ اور خود مسلمانوں کی بُری حالتوں کی اصلاح کو مقدم سمجھتے ہیں؛ اُنکو دو باتوں پر غور کرنا چاہئے۔

اول یہ کہ کیا درحقیقت اُنکا یہ خیال صحیح ہے، دوسرے یہ کہ کیا اس کام میں  
 پروا کرنی انکی مجتہدہ کارروائیوں کی مانع ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نہ اُنکا خیال  
 دوسرے کاموں کے مقدم ہونے کی نسبت صحیح ہے اور نہ یہ کام دوسرے  
 کاموں کا مانع ہے۔ پہلا امر تو صاف ہے کہ اسلام کی اشاعت ایسا فرض ہے  
 کہ کوئی دوسرا کام گو کہتنے ہی ثواب کا ہو، اور گو مسلمانوں کے لئے کیا  
 ہی مفید ہو، اُسکی فرضیت کو مسلمانوں پر سے ساقط نہیں کر سکتا، اور جب  
 تک اس فرض کفایہ کو کچھ لوگ خدا کا نام لیکر پورا کریں، مسلمان اُس سے  
 سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ وہ خدا جسے فطراناً ہر انسان کو مسلمان ہونے کی  
 تکلیف دی ہے، سب سے اول اور سب سے مقدم اور سب سے بڑھکر اپنے  
 بندوں سے یہہ چاہتا ہے کہ اُسکو ایک جانین اور ایک مانین، نہ کیسکو  
 اُسکا شریک سمجھیں، نہ کیسے آگے سجدے کے لئے سر جھکائیں۔ اور ان  
 لوگوں سے جنکو بے محنت اور بے رحمت کے اسلام کی دولت دی، اور اپنی  
 رحمت سے مسلمان کے گھر میں پیدا کر کے مسلمان بنایا، یہہ خواہش رکھتا ہے  
 کہ جو امانت اُس نے اپنے سپرد کی ہے، وہ اور دن تک پہنچا دین، اور نفع  
 اُنکو دی ہے، دوسرے بندوں کو بھی اُسین شریک کریں۔ پس ہر مسلمان  
 پر فرض ہے کہ دوسرے کے کان میں اسلام کی آواز پہنچا دے، اور  
 خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کی صدا دوسرے کو سنا دے۔  
 کَلِّمُوا رَجُلًا وَكَلِّمُوا مَسْئُولًا - خدا خوش ہوتا ہے سب سے بڑھکر ان لوگوں سے  
 جو پہلے ہوئے لوگوں کو اُسکی طرف لاتے ہیں، اور رسول مقبول فخر کریں گے

اُس پر جو اُکلی اُمت بڑھانے میں ساعی ہیں۔ ایک بے دین کے سامنے خدا کی خدائی اور اُسکی کیمائی پر حجت لانا بہتر ہے ہزار مسلمانوں کے زور و عظ کرنے سے۔ اور ایک منکر الوہیت کا مسلمان بنانا بہتر ہے ایک لاکھ مسلمانوں کی حالت درست کرنے سے۔ فَإِنْ أَصْلَحَ أَصُولُ الْبِرِّ وَعَمَدَةُ أَنْوَاعِهِ هُوَ التَّوْحِيدُ۔ یعنی تمام نیکیوں کی جڑ اور سب نیکیوں سے بڑھکر توحید ہے۔ درحقیقت توحید تمام نیکیوں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے اعضا کے مقابلے میں دل۔ إِذَا صَلَّحَ صَلَّحَ الْجَمِيعُ وَإِذَا فَسَدَ فَسَدَ الْجَمِيعُ۔ یعنی اگر وہ اچھا ہو تو سب اچھی ہیں اور وہ بُرا ہے تو سب بُرے۔ اور خدا کا ایک نانا تمام عباد و تون میں ایسی عبادت ہے جسکا عہدہ ہے جنت۔ فرماتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ”مَنْ مَاتَ وَلَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ“ یعنی جو مرے ایسی حالت میں کہ خدا کا شریک کسیکو نہ جانتا ہو تو وہ جنتی ہو اور حکایت کرتے ہیں سرور کائنات اپنے خدا کی طرف سے کہ ”مَنْ لَقِنِي بِمِرَابِ الْأَرْضِ حَلِيبَةً لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا لَقِنْتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً“ یعنی اگر کوئی بے گام مجھ سے ایسی حالت میں کہ دنیا بھر کے گناہ لئے ہوئے ہو مگر میرا شریک کسی کو نہ جانتا ہو تو میں بھی مہنگا اس سے اسطور پر کہ دنیا بھر کی مغفرت اُسکے لئے ہو۔

کیا نہیں سنی ابو ذرؓ والی وہ حدیث کہ حضرت نے فرمایا اَنْ سَلِّ اللّٰهُ اَنْ لَا يَخْبُرَ بِشَيْءٍ مِنْ اَعْمَالِهِمْ سَبْعُونَ سَنَةً اَوْ اَلَا اَلَا اَلَا

وَإِنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَدَقَ قَوْلُكَ الْكَرْمَةَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ  
 کہ نہیں ہے کوئی جو گواہی دے خدا کی توحید کی اور محمد کی رسالت پر سچے  
 دل سے مگر حرام کر لیا خدا اس پر آگ و فزخ کی۔ اور جب متعجب ہو کر پوچھا  
 ابو ذرؓ نے کہ ”وَإِنْ ذُنْبِي وَإِنْ سَرَقْتُ“ کہ اگرچہ زانی بھی ہوا اور چور بھی غصہ  
 میں اگر فرمایا کہ ”وَإِنْ تَرْنِي وَإِنْ سَرَقْتُ وَإِنْ تَرْنِي وَإِنْ سَرَقْتُ عَلَيَّ  
 سَخِمَ الْفَيْ آجِبْ دَسِي“ کہ ہاں اگرچہ زنا کیا ہوا اور چوری کی ہو۔ تو کسی کا  
 یہہ خیال کرنا کہ اسلام کی دعوت پر دوسری چیزیں مقدم ہیں بعینہ ایسا  
 جیسے کسی کا کہنا کہ جڑ پر ڈالی پتے مقدم ہیں یا فرض سے سنت اور نفل بہتر  
 ہے وَهَذَا مَا يَخَالِفُهُ الْعَقْلُ وَالنَّقْلُ۔

اب رہی یہ بات کہ یہہ کام دوسرے کاموں کا جنکو مسلمان کرتے ہیں  
 یا کرنا چاہیں مانع ہو گا اس کے فیصلے کرنے کے لئے اپنی روزمرہ کی کارروائی  
 اور عملدراستی پر نظر کرو اور دیکھو۔ کہ دنیا میں مختلف خیال اور مختلف مذاق  
 کے آدمی ہیں ہر شخص اپنے خیال اور اپنے مذاق کے موافق کام کرتا  
 کُلُّ تَعْمَلٍ مَعَالِي مَشَارَاتٍ۔ نیکی کرنے والوں اور بے عملی چاہنے والوں  
 ہی کو دیکھو کہ اُن میں سے ہر شخص کسی نہ کسی خاص قسم کی نیکی کا شائق  
 اُس کے پھیلانے میں متوجہ اور اُس کے پورا کرنے میں سرگرم ہے۔ کیوں  
 بھوکوں کو کھانا کھلانے اور تنگوں کو کپڑا پہنانے کا شوق ہے کسی کو  
 لو لے لنگر ہے اندھے بہروں کی درونماک حالت کے ساتھ ہمدردی  
 ہے۔ کوئی خواہشمند ہے کہ بیماروں کے لئے شفا خانے اور غریبوں کے لئے



محتاج خانے قائم ہوں۔ کوئی چاہتا ہے کہ کسی طرح غمزدہ ہواؤں کی مصیبت دور اور دوسری شادی کی رسم جاری ہو۔ کسی کو یہ شوق ہے کہ مسجد بنائے تعمیر ہوں، خانقاہیں بنائی جائیں، حاجیوں کے لئے مکہ میں گھر، اور مدینہ میں رہائش تیار ہوں۔ کوئی چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں نماز روزہ کا پرچہ ہو، شریعت کے احکام جاری کئے جائیں، مولوی وعظ کہنے کے لئے محتسب درے لگائے، اسکے لئے مقرر ہوں۔ کسی کی پیہمی اور خواہش ہے کہ مدرسے بنائے اور کالج تیار کئے جائیں، اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو۔ غرض کہ جتنے دماغ اتنے ہی خیالات، اور جتنے دل اتنے ہی مذاق، وللہ تاسی۔  
 فَمَا يَشْفِقُونَ مَذْهَبٌ۔ پس کیا اشاعت اسلام کا نام اس لمبی اور طویل فہرست میں نیک کاموں کے درج نہیں ہو سکتا، اور کیا دنیا میں خدا کے ایسے بندے جنکو اس نیک کام کا شوق ہو، نہیں مل سکتے۔ اگر انصاف بلکہ ایمان کی نظر سے دیکھو تو اس شوق کے شایق، اس جنون کے دیوانے اس نشہ کے متوالے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہی ملیں گے، اور لاکھوں موجود ہیں، اور ہمارے سنے بھی انہیں کی طرف ہی، اور ہم انہیں سے نجات اور مدد کے زیادہ خواہاں ہیں۔ ہر شخص کو خدا کے شوق میں سرگرم اور اسکے کام میں مشغول رکھے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اور سب کام بند ہو جائیں، اور اسی ایک کام پر سب لوگ جھک پڑیں۔ بلکہ ہم اتنا چاہتے ہیں کہ یہ کام بھی جو خاص خدا کا کام ہے، شروع ہو جائے اور کچھ اللہ کے بندے ایسے کھڑے ہو جائیں کہ وہ اپنی مردانہ ہمت اور فیاضانہ مدد سے اس کام کو

جاری کر دین۔ تاکہ یہ بڑا فرض جو ہر مسلمان کی گردن پر ہے ادا ہو جائے اور باز پرس کے دن اس فرض کے ترک پر ہم سب باز پرس نہ ہو۔ پھر یہ بھی خیال کرنے کی بات ہے کہ ایک کام کا شائق دوسرے کاموں میں مدد دینے سے انکار نہیں کرتا اور نہ ایک نئی پھیلائے والا دوسری نیکیوں سے چشم پوشی کرتا ہے نہ ایک کام کرنے سے دوسرے اور کام بند ہوتے ہیں۔ تو کیا سب سے کہ جو لوگ اور اچھو کاموں میں گرم ہیں وہ اٹھ کر کلمۃ اللہ میں کچھ بھی مدد نہ کریں، یا خیف سی اعانت انکی انکے دوسرے کاموں کی مانع اور روکنے والی ہو۔ کون ہے ایمان اور اسلام کی ترقی چاہنے والا جو ایسا خیال کرے اور خیف سی مدد اور تھوڑی سی اعانت کرنے سے اپنا نام اخصا سرائفہ کی فہرست میں نہ لکھنا چاہے اور ایسے ملک میں جہاں اس تیرہ سو برس میں اتنے کسی نے اسلام کا نام نہ لیا ہو اور جہاں خدا اور خدا کے رسول کے نام کی نادہی اب تک نہ ہوئی ہو، اسلام پھیلانے میں کوشش نہ کرے۔

رہا یہ امر کہ ہندوستان، افریقہ اور انگلستان چھوڑ کر امریکہ میں اسلام کی اشاعت کو مقدم سمجھنے کا کیا سبب ہے۔ اُسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک ایسا ملک ہے جہاں کے لوگ پورے آزاد اور آزادانہ خیالات رکھتے ہیں، انکو مذہب مختلف کی تحقیق کا شوق ہے اور اگر سچ سمجھ جائیں تو اُسکے قبول کرنے پر بھی آمادہ ہیں۔ اسلئے دوسرے ملکوں کے بہ نسبت وہاں اسلام کا وعظ کرنا زیادہ مناسب اور مفید ہے۔ بلاشبہ جسکے



کیا ہے نہ مسلمانوں کو وہاں سے زیادہ تعلق ہے نہ مسلمان ستیا مسلمان  
 تاجر نہ مسلمان عالم نہ مسلمان طلبہ وہاں آتے جاتے ہیں جس سے وہاں کے  
 لوگوں کو اسلام کے حالات دریافت کرنے کا موقع ملے۔ اسلئے جب حد آئے  
 وہاں ایک بندہ کو اس کام پر آمادہ کر دیا ہے تو اسکی مدد نہ کرنی گویا ایک  
 ایسی قوم کو جو مادہ اسلام لانے کا رکھتی ہے اسلام سے محروم رکھنا ہے۔  
 اب میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں اسبیر کہ جو لوگ مسلمانوں کے افلاس اور جہل  
 کی خراب حالت پر نظر کر کے چاہتے ہیں کہ اول انکی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے  
 اور جو کچھ تجویزین اس کے لئے کی گئی ہیں وہ اذموری چھوڑ کر دوسرا کام شروع  
 کرنا چاہے۔ غالباً کوئی نہ ہو گا جو اس بات کو دل سے نہ سنے اور مسلمانوں کی  
 رار حالت پر متاسف ہو کہ اس کے علاج کا خدا مان نہ ہو۔ بلاشبہ یہ نہایت  
 ضروری امر ہے اور انکی تعلیم و تربیت کا انتظام سب کاموں پر مقدم ہے۔  
 مگر ہمارے اس کام سے اس میں خلل نہیں ہو سکتا اور جیسا کہ ابھی میں کہہ چکا ہوں  
 سی مدد اس کام میں فیاض اور عالی حوصلہ مسلمانوں کو اس کام کے پورا کرنے  
 سے روک نہیں سکتی۔ علاوہ برین ہزاروں مسلمان ہیں جو ابھی تعلیم و تربیت  
 کی ضرورت نہیں جانتے یا جانتے ہیں مگر اس طریقہ کو جسے اس زمانہ کے  
 مصلحان قوم پسند کرتے ہیں مفید نہیں سمجھتے بلکہ ثواب حاصل کرنے کے لئے دوسری  
 ہی راہوں میں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ کوئی مسجد بناتا ہے کوئی دھانسا ہے  
 کوئی حج کرتا ہے کوئی درگاہوں پر نذرین چڑھاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہزار  
 دہلیں ان کے سامنے مسلمانوں کی تعلیم کی ضروری ہونے کی لائے وہ ایک

بھی نہیں مانتے اور لاکھ طرح اُکو سمجھائے وہ اسے ثواب کا کام ہی نہیں سمجھتا  
مگر وہ ضرور اسلام کی اشاعت کو دلوکان فی امزیکہ ایسا سمجھیں گے کہ  
اُس پر چند دینا گویا جنت میں داخل ہونے کے لئے اجازت نامہ لینا ہے اور  
بلاشبہ اگر انکی نیت صادق ہے تو انکا خیال درست ہے ”اِنَّا عِشْرًا  
خَلَقْنَا عِبَادَیْ یٰی“ تو ہم نہیں سمجھتے کہ کیوں ہم ایسے لوگوں سے مدد کے  
طالب نہوں اور کیوں ایسے لوگ جو محض ثواب کے لئے خیرات کرتے  
ہیں ایسے بڑے ثواب کے کام میں مدد نہ دیں۔

اب رہا یہ خیال کہ مسلمان انگریزی خوانوں کے عقاید اور مذہبی خیالات  
کی ان بڑے نتیجوں سے حفاظت کیجائے جو نئی تعلیم سے پیدا ہو رہے ہیں  
اور اسکے لئے ایسا مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جائے جو موجودہ حالت کے لحاظ  
سے مناسب ہو۔ اُسکے لئے نئی کتابیں لکھیں کیجائیں اور ان حملوں سے  
جو علم کے ہو رہے ہیں اُسکے عقیدے بلکہ اُنکا اسلام بچایا جائے اور جو روپیہ  
جمع ہوا اسی کام میں صرف کیا جائے۔ بلاشبہ غور و فکر کے لائق ہے  
اور اُنکی ضرورت ہم تسلیم کرتے ہیں۔ مگر یہ خیال گو کہ تاہی عالی اور مفید  
ہو اور یہ کام کو کیسا ہی ضروری اور اہم ہو مگر اقول تو ہمیں اُسکا ہونا  
مشکل معلوم ہوتا ہے علاوہ بریں ہم اپنے کام کو بجائے خلل انداز ہونے کے  
اُسکے لئے بھی مفید سمجھتے ہیں۔ مشکل ہونا اس کام کا غالباً سبب قبول  
کرین گے اِس لئے کہ انگریزی خوانوں کو نئی تعلیم کے برے اثر سے بچانا مختصر  
ہے اس پر کہ سکھائے علوم اور نئی تحقیقاتوں کا ویسا ہی علم ہو جیسا کہ اپنے

مذہب کا اور حکومت جدیدہ کے نئے مسائل پر اتنا ہی عبور ہو جتنا کہ اپنے  
 دین کے اصول و فروع پر۔ پھر ہم فقط اُن علوم کے جاننے والے ہی ہوں  
 بلکہ ہم کو تحقیق اور فیصلہ کی قوت بھی ہو اور ہم حکیمانہ و باغ اور منصفانہ طبیعت  
 بھی رکھیں تاکہ یا ہم اُس اختلاف کو دور کر سکیں جو علمی مسائل اور دینی  
 عقائد اور شرعی احکام اور مذہبی روایات میں نظر آئے یا اُن دونوں  
 میں سے کسی کو غلط اور کسی کو صحیح ٹھہرا سکیں اور ہم اُس غلطی اور صحت کو  
 معقول دلائل سے ثابت کر نیکی لئے قوت بھی رکھتے ہوں تاکہ وہ تطبیق  
 یا تردید یا تاویل جو ہم کریں دوسرا بھی اُسے قبول کر سکے اور دوسرے  
 کی طبیعتوں پر بھی اُسکا اثر ہو۔ گویا ہم اس زمانہ میں وہ کام کریں جو امام غزالی  
 اور امام رازی وغیرہ ائمہ دین نے کیا تھا۔ پھر کچھ ایسے لوگ ہوں جو اُن  
 محققوں کی تحقیقات کو شایع کریں اور مسلمانانِ اگرتیزی خوانوں کی استعداد  
 اور علم کے درجات کے لحاظ سے اور انکے مادر سے اور سمجھ کے سوا حق  
 نئی کتابیں لکھیں۔ گویا ہماری قوم میں نئے علم کلام کے ایجاد کرنے والے  
 اور اُسکے تائید دینے والے اور اُسکے پھیلانے والے ایسے ہوں جیسے  
 اگلے زمانہ میں ہوئے تھے۔ یعنی کوئی امام تھا کوئی مجتہد کوئی مفتی  
 کوئی علامہ اور کوئی عالم تاکہ ہمارے بچے جو نیا علم حاصل کر رہے ہیں دین  
 قائم رہیں اور محمد اور لا مذہب نہ ہونے پائیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ  
 ایسے لوگ ہماری قوم میں موجود ہیں یا آئندہ اُنکے ہونے کی کچھ امید ہو۔  
 اُسکا حال یہ ہے کہ اب تک ہمارے علماء علوم جدیدہ کی حقیقت کیسی اُنکے

نام بھی نہیں جانتے، اور کیونکر جانیں، وہ علوم بند ہیں ایسے صندوق میں جنہیں  
انگریزی، فرنچ، اور جرمن کی تہرین لگی ہوئی ہیں، جنکو نہ اب تک ہمارے بزرگ  
حالموں نے توڑا نہ توڑنے کا ارادہ کیا، نہ توڑنے کی اجازت دی۔  
ایک زمانہ چاہئے کہ کوئی ان علوم کو ان متقل صندوقوں سے نکالے اور انہیں  
عربی جامہ پہناوے، اور ہمارے ملکتین کے سامنے جو عربی لباس کے سوا  
دوسرے لباس میں کسی کی صورت دیکھنی نہیں چاہتے، پیش کرے، تاکہ وہ  
اسے دیکھیں، اور اس میں اور ہولناک دشمن سے بچنے کی کچھ تدبیر کریں۔ مگر  
یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت تک ہماری قوم میں ایسا کوئی باقی رہے، جو عربی  
جامہ میں بھی اسکی شکل دیکھ کر بچان سکے۔ بظاہر تو اس روز افزون تشریل سے  
جو علم میں ہو رہا ہے، اور علما اور بزرگان دین کے اس چل چلاؤ سے جو روزانہ  
دیکھتے ہیں، اسکی بھی توقع نہیں ہے۔ پس جبکہ اپنی ہی علوم کے جاننے والے  
نہیں ہیں، اور متقل اور مذہبی علوم ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں، تو علوم  
جدیدہ سے واقف ہونے، اور نئی فلسفہ کو مذہب سے تطبیق یا تردید کرنے کا  
خیال خون نہیں ہے تو کیا ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہم اشاعت اسلام کا  
دوسرے ملک میں خیال چھوڑ بھی دیں، اور جو کچھ ہم اس کے لئے جمع کریں، وہ اس  
کام میں صرف کرنے کے لئے دے بھی دیں، تو اس سے کیا حاصل ہوگا۔ بلکہ جو  
تجویز اس وقت امریکہ میں اسلام پھیلانے، اور سٹریٹس کی پیش ہو  
غالباً اس کام کے لئے بھی مفید ہوگی۔ اسلئے کہ صدیان گزر گئیں کہ ہم سیاحاد  
کی قوت جاتی رہی، اور سطح کے غرض سے بیکار رکھنے سے آخر وہ عضو

بیکار ہو جاتا ہے۔ ہمارے دماغ تقلید کے سبب سے تحقیق اور غور کے لائق نہیں ہے۔  
 ہم سے امید نہیں ہے کہ ہم نئے علوم اور نئے فلسفہ کو سیکھیں اور اپنے مذہبی  
 مسائل کو اُس سے تطبیق دینے کے لئے نیا علم کلام ایجاد کریں یا ایسی کتابیں  
 جو اس مقصود کے لئے ضروری ہوں تالیف کر سکیں یہ کام بھی اگر ہو سکیگا  
 تو یورپ ہی کے عالمن سے جو مسلمان ہو جائیں۔ بلاشبہ اُنکے دل و دماغ  
 ایسے ہیں کہ اسلام لانے اور اسلام کی حقیقت جاننے کے بعد ایسی کتابیں تصنیف  
 کر سکیں گے جو ہمارے انگریزی خوانوں کے لئے مفید ہوں اور جس سے اُنکے  
 عقیدے فاسد اور خراب ہونے پائیں۔ کیا گزشتہ زمانہ کی تاریخ سے اسکا ثبوت  
 نہیں ہوتا اور کیا آپ لوگ یونان اور فارس کے علوم پھیلنے کے بعد جنت  
 مقابلہ مذہب اور علم میں ہوا اُس سے ناواقف ہیں۔ اُس وقت بھی یہی مصیبت  
 پیش آئی تھی جو اب پیش ہے اور نئی تعلیم یا فتون کے عقیدے ایسے ہی بگڑنے  
 شروع ہوئے تھے جیسے کہ اب ہو رہے ہیں۔ مگر انہیں لوگوں کی مدد سے جو  
 اُن علوم کے جاننے والے تھے اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا علوم کے  
 متواتر اور مسلسل سلسلے جو مذہب پر ہو رہے تھے روکے گئے اور انہیں کی عمو  
 تجویزوں سے اسلام کی حفاظت اور اُسے تقویت ہوئی۔ یونان اور عجم کے  
 ذی علم اور قابل آدمیوں کے مسلمان ہونے اور اُنکے مفید اور عمدہ کتابوں کے  
 تالیف کرنے اور علم کلام کی ایجاد ہونے سے یہ لڑائی فیصل اور اسلام کو فتح  
 نصیب ہوئی۔ عربوں نے تو اس طرف بہت ہی کم توجہ کی اور وہ اس  
 جہاد اکبر میں بہت ہی کم شریک ہوئے جو کچھ کیا جمیوں نے کیا۔ اسی طرح



اب وہ وقت ہر کہ یورپ کے نئے علم اور نئے فلسفہ کا نیا حملہ مذہب پر ہوا  
 اسکی مدافعت کے لئے غالباً خدا نے یہی تدبیر سوچی ہے کہ انہیں کے دلوں میں  
 اسلام کا نور ڈالے اور انہیں سے وہ مذہب کی حمایت کا وہ کام  
 جو عجیون سے پچھلے زمانہ میں لیا تھا۔ "وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ شَيْئًا هَيَّأَ لَهُ سُبُبًا"۔  
 اب میں جواب دیتا ہوں اُس شبہہ کا کہ جہاں اسلام پھیلائی  
 فکر ہے وہاں علوم و فنون کی ایسی ترقی ہے کہ مذہب مغلوب ہو رہا ہو۔  
 وہاں مقابلہ اسلام کا فلسفہ سے سمجھنا چاہئے نہ کہ عیسائیت سے۔ اگر  
 ہم اسے تسلیم بھی کر لیں اور مان بھی لیں کہ ہر ایک باشندہ وہاں کا عالم  
 حکیم فلسفی اور عیسائیت سے منکر اور مذہب سے متفرق ہے تب بھی ہر  
 کوئی وجہ اس ارادے سے باز رہنے کی نہیں ہے۔ اسلئے کہ اسوقت  
 ہر کوا کا خوف ہوتا جبکہ ہمارا اسلام حکمت و فطرت کے خلاف ہوتا  
 با عقل و قیاس سے کام لینے کی مانعت ہوتی یا علوم کے سیکھنے اور حقائق  
 اشیاء کی تحقیق سے ہم روکے گئے ہوتے بلکہ برخلاف اسکے غالباً دیکھا  
 تمام مذہبوں میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جسکی بنیاد حکمت و فطرت پر ہے  
 اور جس میں عقل و قیاس سے کام لینے پر تاکید اور جس میں علم کا سیکھنا فرض  
 اور حقائق اشیاء کی تحقیق معرفت الہی کے لئے ضروری ہے۔ شاید  
 کسی مذہب نے ایسی صراحت سے دین اور فطرت کو متحد نہ بتایا ہو گا جیسا  
 کہ اسلام نے جسکی تعریف ہی یہہ کی گئی ہے کہ "هُوَ فُطْرَتُ اللَّهِ  
 الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" اور نہ کسی مذہب میں خدا نے عقل و قیاس سے

اب وہ وقت ہر کہ یورپ کے نئے علم اور نئے فلسفہ کا نیا حملہ مذہب پر ہوا  
 اسکی مدافعت کے لئے غالباً خدا نے یہی تدبیر سوچی ہے کہ انہیں کے دلوں میں  
 اسلام کا نور ڈالے اور انہیں سے وہ مذہب کی حمایت کا وہ کام  
 جو عجیون سے پچھلے زمانہ میں لیا تھا۔ "وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ شَيْئًا هَيَّأَ لَهُ سُبُبًا"۔  
 اب میں جواب دیتا ہوں اُس شبہہ کا کہ جہاں اسلام پھیلائی  
 فکر ہے وہاں علوم و فنون کی ایسی ترقی ہے کہ مذہب مغلوب ہو رہا ہو۔  
 وہاں مقابلہ اسلام کا فلسفہ سے سمجھنا چاہئے نہ کہ عیسائیت سے۔ اگر  
 ہم اسے تسلیم بھی کر لیں اور مان بھی لیں کہ ہر ایک باشندہ وہاں کا عالم  
 حکیم فلسفی اور عیسائیت سے منکر اور مذہب سے متفرق ہے تب بھی ہر  
 کوئی وجہ اس ارادے سے باز رہنے کی نہیں ہے۔ اسلئے کہ اسوقت  
 ہر کوا کا خوف ہوتا جبکہ ہمارا اسلام حکمت و فطرت کے خلاف ہوتا  
 با عقل و قیاس سے کام لینے کی مانعت ہوتی یا علوم کے سیکھنے اور حقائق  
 اشیاء کی تحقیق سے ہم روکے گئے ہوتے بلکہ برخلاف اسکے غالباً دیکھا  
 تمام مذہبوں میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جسکی بنیاد حکمت و فطرت پر ہے  
 اور جس میں عقل و قیاس سے کام لینے پر تاکید اور جس میں علم کا سیکھنا فرض  
 اور حقائق اشیاء کی تحقیق معرفت الہی کے لئے ضروری ہے۔ شاید  
 کسی مذہب نے ایسی صراحت سے دین اور فطرت کو متحد نہ بتایا ہو گا جیسا  
 کہ اسلام نے جسکی تعریف ہی یہہ کی گئی ہے کہ "هُوَ فُطْرَتُ اللَّهِ  
 الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" اور نہ کسی مذہب میں خدا نے عقل و قیاس سے

کام لینے پر ایسی تاکید کی ہوگی جیسی کہ اسلام میں حسینؑ خدا کی خدائی کی تحت اور اسلام کے اصول کی تصدیق، عقل اور قیاس پر رکھی گئی ہے اور جابجا "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ" اور "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ" کہہ کر اس پر اشارہ کیا گیا ہے۔ اور نہ کسی آسمانی کتاب نے حکمت حاصل کرنے کی ایسی ترغیب دی ہوگی اور نہ اسکی ایسی فضیلتیں بیان کی ہوگی جیسی قرآن نے۔ گھاٹال اللہ تعالیٰ "مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا" اور نہ کسی مذہب کے بانی نے علم حاصل کرنے کو ہر مرد و عورت پر ایسا فرض کیا ہوگا جیسا کہ ہمارے حضرت نے۔ جنھوں نے فرمایا ہے کہ "مُلْكُ الْعِلْمِ قَرْنٌ مِّنْ عِلْمٍ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ" اور نہ کسی امت میں حقایق اشیاء کی تحقیق، معرفت الہی کے لئے ایسی ضروری سمجھی گئی ہوگی جیسی کہ اسلام میں۔ جسکے مانتے والے اور خدا کی معرفت چاہنے والے رات و دن ہی دعا کیا کرتے ہیں کہ "رَبِّ آتِنَا حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ كَمَا هِيَ" اور نہ کسی مذہب میں دعوت کا طریقہ انسانی طبائع کے اختلاف کے لحاظ سے اور انکی استعداد اور سمجھ اور علم کے درجات کے خیال سے جدا جدا حکمت یا موعظت یا مناظرہ پر لکھا گیا ہو جیسا کہ اسلام میں جو دعوت الٰہی الحق کی نسبت کہتا ہے کہ

۱۔ اور جس کو حکمت دی گئی اسکو سب طرح کی غیباں دی گئیں۔ ۲۔ علم کا سینا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ ۳۔ اسی بار بار مرد و عورت کو ہر حق کی حقیقت پہنچی وہ ہر دکھاؤ۔

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ  
 أَحْسَنُ۔ پس جیکہ ہمارے مذہب کا اصول یہ ہے کہ کوئی سچا علم مخالف  
 اسلام کے نہیں ہے اور ہم اُسپر یقین رکھتے ہیں جیسا کہ خدا کی توحید پر تو  
 کیا وجہ ہے کہ ہم اُس ملک میں اسلام پھیلانے سے ڈریں؟ جہاں علم کی ترقی ہو  
 اور اُن لوگوں کو اسلام دعوت دینے میں تر و دو کرین؟ جو عالم اور حکیم اور  
 فلسفی ہیں۔ اگر ایک لحظہ کے لئے ہمیں ایسا خوف ہو تو ہکو فی الفور مذہب  
 اسلام کو جھوٹا سمجھ کر چھوڑ دینا چاہئے۔ مگر نہ مذہب اسلام جھوٹا ہے نہ اُسی  
 کسی امتحان اور کسی مقابلہ کا ڈر ہے۔ کوئی سے کھڑے ہوئے کے کو خوف ہوتا  
 نہ کھرے کو۔ روشنی سے چور کو ڈر ہوتا ہے نہ ساہو کو۔ اوہام کو علم سے  
 علم سے خطرہ ہے نہ یقینیات کو۔ جھوٹے مذہب کو علم سے مقابلے کا خوف  
 ہے نہ سچے اسلام کو۔ بھرائیے سیکس ایسی ہیں جنہیں ہمارے اس <sup>دعوے</sup> <sup>کے</sup> <sup>مذہب</sup>  
 کی یقین ہوتی ہے اور کوئی بات اُسہیں ہمارے اس <sup>دعوے</sup> <sup>کے</sup> <sup>مذہب</sup> سے  
 معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ جتنا غور کرتے جائے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اور علم  
 حَقِیْقَتِی کا کشمکش و درحقیقت دونوں متحد اور مطابق اور ایک دوسرے  
 کے موید اور مصدق ہیں۔  
 اسے میرے عزیز و اور پیارے مسلمانو۔ بڑے اور اصل مسئلے

اپنے پروردگار کی راہ پر دعوت دے حکمت سے اور اچھی نصیحت سے اور  
 مناظرہ کر اُن سے ایسی باتوں سے جو پسندیدہ ہوں۔

اسلام کے دو دین جو اس ایک کلمے میں جمع ہیں جسکے کہنے سے گہر صد سال  
 مسلمان اور جنت کا مستحق ہو جاتا ہے یعنی لَکَاَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ  
 پہلے سے مراد خدا کو ایک جانتا اور اسکو ایک مانتا ہے۔ دوسرے کا یہ  
 اعغفرت کو بغیر سمجھنا اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لائے اسکی تصدیق  
 کرنی۔ ان دونوں میں سے کسی میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عقل و فطرت  
 کے خلاف ہو یا کوئی عالم یا حکیم یا مجاہد اسکی حقیقت سمجھائی جائے اس سے  
 انکار کر سکے یا اس کے ثبوت کے لئے سوائے عقل کے کسی اور چیز کی حاجت ہو۔  
 چنانچہ ان دونوں جزو کو جو حقیقت اسلام کے دو حصے بن لیجئے اور  
 ان پر غور کیجئے۔ پہلا جزو یعنی خدا کا ایک جاننا اور اس کا ایک ماننا ایک  
 ایسا دعویٰ ہے جسکے ثبوت میں خدا نے قدرت کے کارخانے ہی کو دلیل  
 ٹھہرایا ہے اور اپنی مخلوقات اور مصنوعات ہی کو اس پر یقین لانے کے لئے پیش  
 کیا ہے۔ اور اپنی خدائی اور کیمائی اور اپنی قدرت و کمال پر انھیں چیزوں سے  
 استدلال کیا ہے جو ہر ایک کو نظر آتی ہیں اور جو ہر عامی اور ہر عالم سمجھ سکتا  
 ہے۔ بلکہ خود انسان کو اور اسکی بناوٹ کو اسکا بڑا گواہ قرار دیا ہے  
 اور اپنی پاک کتاب میں ہی دلیلین لایا ہے۔ چنانچہ کہیں فرماتا ہے کہ وہ  
 آسمانوں اور زمین کو کہہ سننے کس حکمت سے انھیں بنایا ہے اور جاری  
 صنعت کا کمال کیسا کچھ کہنے طاہر ہوتا ہے نہ انھیں کوئی نقص سے  
 نہ کچھ خلل۔

”مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَّكَادُفٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ  
 هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ

خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ۔ کہیں فرماتا ہے کہ دیکھو تم ہم کس طرح پانی برساتے ہیں اور  
 زمین کو بھار کر اُس سے کیا کیا چیزیں تمہارے لئے پیدا کرتے ہیں اور تمہارے  
 کھانے کے واسطے کس طرح غلہ، زکامی، انکھڑا اور میوے طرح طرح کے اُس سے  
 نکالتے ہیں۔ اِنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَاَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَ  
 عَسَاوًا وَغُلًّا وَشَجَرًا وَخَلَقْنَا فِيهَا زَوْجًا وَفَصَّلْنَا الْعِلْمَ وَالْكَهَنَةَ وَالْأَنْبِيَاءَ لَكُمْ  
 وَلَكُمْ مَوَاسِكُمْ۔ کہیں فرماتا ہے کہ دیکھو مجھے تمہارے آرام کے لئے کیسے کیسے  
 جانور بنائے جو تمہارے لباس کے کام آتے ہیں، جنکو تم کھاتے ہو اور جن پر چڑھتے  
 اور جسے تمہیں سفر کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ دیکھو گھوڑوں، خچروں اور  
 گدھوں کو، ان سے تم کیسا آرام پاتے ہو، سوائے اسکے بہت سی ایسی چیزیں  
 تمہارے لئے ہم بناتے ہیں جنکا تمہیں علم تک نہیں ہوتا۔ وَالْأَنْعَامَ خَلَقْنَاهُ  
 لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرْجَعُونَ وَ  
 حِينَ تَسْرَحُونَ وَرَحَلْ أَتَقَالُكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّكُمْ تَكُونُوا بَعِيدًا لَّا يُشِيقُ  
 الْأَفْسُ اسَّ إِنَّ سَرَقَبَكُمْ لَسَوْفَ تَعْرِضُكُمْ وَالْحَيْلَ وَالْإِبْغَالَ وَالْجَمِجِمَ أَتَقْنُونَ  
 وَفِي مَرْيَتِهِ مَوْجِيحٌ مَّا لَا تَعْلَمُونَ۔ اور کہیں فرماتا ہے کہ دیکھو چرواہوں کو  
 ایسے ہاری کیوں کارگیری ظاہر ہوتی ہے کہ انکے پیٹ کی چیزیں میں سے  
 گوبر اور لہو کے بیچ سے کیسا سُتھرا اور نہنرا ہوا دودھ تمہارے پینے کے  
 لئے نکالتے ہیں۔ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّظِّفُكُمْ بِمَائِهَا يُطَوِّدُكُمْ  
 بَيْنَ قَرْيَتَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ۔ اور کہیں فرماتا ہے کہ  
 دیکھو اپنے آپ کو کس طرح تم کو ماؤں کے پیٹ سے نکالا کہ کچھ نہانتے تھے پھر کان

بنائے گئے تھے تاکہ بنائی دیکھنے کے واسطے اور دل دیا سوچنے اور  
 سمجھنے کے لئے تاکہ تم شکر کرو "وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُم مِّنْ بُطُنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"  
 پھر فرمایا جو کہ ہماری خدائی کا ثبوت تو ہر چیز سے ہوتا ہے اور ہمارے خالق اور مبالغہ  
 ہونے پر تو ایک ایک چیز اس عالم شہادت کی شاہد ہے۔ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے  
 ہماری نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائیں اور خدا انسان کی پیدا  
 اور جانور کی خلقت ہماری نشانی ہے اُن لوگوں پر جو مائیں اور رات و دن کے منتظر  
 اور کچھ آسمان اُتار اور زمین کو مرنے کے بعد طرح چلایا اور جو اسطرح چلتے ہیں ان سب میں خدا کی  
 سیئہ میں اُن کو جو عقل و سمجھ رکھتے ہیں۔ رَاٰتِ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  
 لَا يَتَّبِعُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاَنصُرُوْهُمْ وَمَا يَنْبَغُ مِنْ دٰۤاٰتِ اٰیٰتِ لَقُوْهُمْ  
 يُوقِنُوْنَ ۝ وَاختَلَفَ النِّیْلُ وَالنَّهْرُ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ  
 مِنْ رِّزْقٍ فَاجْعَلْهُ لَكُمُ الرِّزْقَ مِمَّا تَصْرِفُوْنَ ۝ اٰیٰتِ لَقُوْهُمْ  
 یَعْقِلُوْنَ ۝۔ غرض کہ سارا قرآن اس قسم کے بیانون اور خطابوں اور دلیلوں  
 سے بھرا ہوا ہے اور اسی قسم کے مشاہدات سے شہادت پیش کی گئی ہے  
 اور اسی طور پر ملکوت سموات وارض کو طح طرح سے بیان کر کے اپنی  
 حجت پوری کی ہے لَٰكُمُ الْیُسْرٰی اِنَّ اللّٰهَ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ  
 اور سب سے بڑھ کر دلیلیں اتر کرنے والی بلکہ دل کی ہلا دینے والی وہ ہجرت کیاں ہیں  
 جو اُن لوگوں کو سنائی ہیں جو ان چیزوں کے دیکھنے اور ان باتوں کے  
 سُننے اور ان حجتوں کے پیش ہونے پر بھی اسکی خدائی کو نہیں مانتے یا اسکی



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ أَوَّلَ مَا آتَاكُمْ مِنَ الْكِتَابِ ۚ وَأُولَٰئِكَ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

پس جو شخص دینی بھی مثل رکھتا ہو اور قصداً اساعودان آیتوں کے مضمون پر کرے اور خدا کی عجیب صنعت اور حیرت انگیز کارخانے کو عبرت کی نظر سے دیکھے تو وہ کسی نہ خیال کرے گا کہ ایسا عجیب و غریب کارخانہ قدرت کا بغیر ایسے صانع کے جو اسکا مدد براور قلم ہوا خود بخود ہو گیا ہو بَلْ تَكُنْ أَفْطَرَهُ التَّنْزِيلُ فَتَكُنْ مِنْهَا مَقْهُورَةً عَتَّ تَحْيِيرُهُ وَمُصْرَفَةً لِّمَقْتَضَا قَدِّ بَيِّنَةٍ - بلکہ قدرت انسانی اس پر شاہد ہے کہ یہ تمام کارخانہ ایک ایسے صانع کی صنعت ہے جسکی تسبیح میں ساری چیزیں ہیں اور جو اپنی حکمت اور تدبیر کے موافق جسطرح چاہتا ہے اسکو چلاتا ہے - اِنِّ اللّٰهَ شَكُّكَ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - کیا خدا میں شبہ ہو جو پیدا کرنے والا ہے آسمان و زمین کا۔ پس بڑا حصہ اسلام کا بلکہ وہ اصل حصہ جسکی تعلیم کے لئے روز آفرینش سے انبیاء و مرسلین دنیا میں بھیجے گئے اور جسکا نام شروع سے اسلام ہے لینے خدا کا ایک جاننا وہ ثابت کیا گیا ہے علم اور عقل سے اور خود انسان اس پر گواہ ٹھہرایا گیا ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ اور جو کچھ مخلوق اور مضع اور مابین السموات والارض ہے انہیں سے اس پر تحقیق لائی گئی ہیں اور سمجھ بوجھ سے کام نہ لینے اور علم و عقل کو دخل نہ دینے سے منکرین پر زجر و توبیخ کی گئی ہے - گویا اسلام کا سبب علم اور عقل اور کفر کی وجہ جہل اور نادانی قرار دی گئی ہے - تو فرمائیے کہ اس

لے جسے اپنی ذات سے  
بچانا اور جسے خدا کو بچانا۔



بڑے جزو کو اسلام کے علم یا عقل سے کیا خوف ہے، اور جہاں اشیاء کی حقیقت  
 گھٹتی جاتی ہے، وہاں اُسکو کس بات کا ڈر ہے۔ بلکہ جس طرح بچا سکتا تھا  
 کو چاہتا ہے کہ قلب اور کھونٹے کو اُس سے جدا کرے، اور جس طرح بے جرم  
 ہیراجوہری کو ڈھونڈتا ہے، کہ وہ اُسکی قدر کرے، اور قیمت لگائے  
 اسی طرح اسلام خود بیکار رہا ہے، کہ ہو کوئی سچے علوم کا جاننے والا کہ مجھے  
 پرکھے اور تصدیق کرے، اور ہے کوئی حقائق اشیاء کا سمجھنے والا کہ مجھ کو  
 دیکھے اور ایمان لائے۔ ہاں اگر خوف ہوگا تو توحید فی التثلیث اور  
 تثلیث فی التوحید کو، چونہ سمجھ میں آئے، نہ جسے عقل قبول کر سکے، اور یہی  
 سبب ہو کہ وہ علم اور عقل کی روشنی کی برواشت نہیں کر سکتا،  
 اور جس مذہب کی بنیاد اسپر ہے وہ علم و حکمت کے مقابلے کی تاب نہیں لاسکتا۔  
 لا الہ الا اللہ کے بعد دوسرا جزو پاک کلمہ کا یعنی دوسرا حصہ اسلام  
 محمد رسول اللہ ہو، یعنی آنحضرت کی رسالت کی تصدیق۔ اسکی نسبت  
 بھی ہم کہتے ہیں، اور اسپر پورا یقین رکھتے ہیں، کہ اس میں بھی کوئی بات ایسی  
 نہیں ہے جو علم و حکمت کے خلاف ہو، یا جہاں علم کا چرچہ ہے وہاں اُسکی  
 تصدیق میں کوئی غیر معمولی وقت پیش آئے۔ ہم اسے بھی جزو اول کی  
 طرح ایسی حکمت و دلیلون اور دل میں بیٹھنے والی جھنوں سے ثابت کر سکتے ہیں  
 کہ ہر ایک حکیم اسی طرح اُسے قبول کر سکے، جس طرح کہ ایک غیر متعصب ان کتاب  
 اور ایک حکمت و فلسفہ کا جاننے والا اُسی طور پر اُسکا اقرار کرے، جیسے کہ ایک  
 معمولی سمجھ کا آدمی۔ مگر ہاں ہماری دلیلین کی قدر نئی نظر آئیں گی،

اور ہمارے استدلال کا طرز ذرا جدید معلوم ہو گا۔ جس طرح پرانے ہتیار اس میں  
 نئے قلعوں کے فتح کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں؛ اسی طرح اس زمانے کے علم حکمت  
 اور اس زمانہ کے خیالات کے موافق؛ ہماری پرانی دلیلین ہمارے دعوے کے  
 ثابت کرنے کے لئے مفید نہیں ہیں۔ اس زمانہ میں ایسے لوگوں کے سامنے جو کہ  
 فطرت کے خلاف کسی چیز کے ہونے کے منکر ہیں؛ خرق عادت کو ثبوت کی  
 دلیل قرار دینا ایسا ہے کہ جیسے وہ اور وہ کا پانچ کہنا۔ اس لئے ہم موسائیوں یا  
 عیسائیوں کی طرح پیغمبری ثابت کرنے کے لئے اُن چیزوں کو پیش نہیں کریں گے،  
 جسے منکر اس زمانہ کے ذی علم قہقہہ لگائیں؛ اور بجائے اسکے کہ اسلام کی طرف  
 رغبت کریں؛ اُن باتوں کو سنتے ہی متغیر ہو جائیں۔ ہم نہ کہیں گے کہ ہمارے  
 پیغمبر نے لامنی کو سانپ بنا دیا تھا؛ اس لئے وہ پیغمبر تھے۔ ہم نہ کہیں گے کہ انہوں  
 نے مردوں کو چلایا؛ اس لئے تم انکی رسالت کو مانو۔ ہمارے بنی نے اپنی نبوت  
 کی تصدیق خلاف فطرت باتوں سے خود ہی نہیں چاہی؛ اور اپنی رسالت  
 پر ایمان لانے کے لئے خرق عادت کو محبت ہی نہیں ٹھہرایا؛ جیسا کہ قرآن  
 میں ہے۔ **قَالُوا لَوْلَا آتُورِلْ عَلَیْہِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَبِّہٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَیِّنَا  
 اَنۡا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ؕ اَوَلَمْ یَکُفِّہُمْ اَنَّا اَنۡزَلۡنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یَتْلٰی عَلَیْکُمۡ اَنۡ فِیْ  
 ذٰلِکَ لَمَحْصَہٗ وَاذِکُرۡ لِّلۡعٰمِلِیۡنَ یَوْمَئِذٍ ؕ**۔ بلکہ ہم کہیں گے کہ وہ متدین

علم کہتے ہیں کہ اگر کہیں کوئی نہیں نشانی پیغمبر کے خدا کی طرف بھیجی گئی کہ ہے اسے پیغمبر کرنا یا نہ صرف خدا کے  
 پاس ہیں اور توقعہ کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں اور کیا یہ اسکے لئے کافی نہیں ہے کہ مجھے اور میرے کئی بھائی  
 کو جو میں نے رحمت ہو اور نصیحت ہو ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں ۱۲

خدا کا جو انسان کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے آیا، اپنی نبوت کے لئے خود حجت ہے اور وہ کتاب چودینیا کی ہدایت کے لئے لایا، خود اپنے دعوے کی دلیل ہے۔ ہم انہیں کو معجزہ انہیں کو آیت انہیں کو نبوت کی تصدیق کے لئے پیش کرتے ہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب؛ مگر دلیل باید از وسع رومتاب۔

موسیٰ کا عصا کو سانپ کر دینا، اور اسکا جا دو گردن کے سانپوں کو بچا کر اُنکے ساتھ گیا۔ اس وقت کوئی موسائی اپنے بنی کے اس معجزہ کو دکھا نہیں سکتا کہ لوگ اسے دیکھ کر انہیں خدا کا پیغمبر مانیں۔ اسی طرح عیسیٰ مسیح کا مردوں کو جلا کر اُنکے ساتھ آسمان پر گیا۔ کوئی عیسائی اسے اب پیش نہیں کر سکتا کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لوگوں کو اُنکے رسول یا (معاذ اللہ) ابن اللہ ہونے کا یقین ہو۔ اگر ہم اپنے رسول کی رسالت ثابت کرنے کے لئے اسی قسم کے

کرشموں اور کرشموں کو پیش کریں، تو موسائیوں اور عیسائیوں سے بڑھ کر اپنے دعوے کو کسی سکت دلیل اور چپ کر دینے والی حجت سے کیونکر ثابت کر سکیں گے۔ ایسے ہم قرآن کے کلام الہی ہونے پر خود قرآن کو پیش کر سکیں گے اور اپنی نبوت کے ثبوت میں خود آپ کے حالات کو۔

جیسا کہ سانپ ہونچا اور مردہ کے زندہ کرنے کا ایک فلسفی انکار کر سکتا ہے، یہ کہہ کر ہزاروں برس کی خبر کی تصدیق مشکل، اور فطرت الہی کے خلاف لامبھی کا اڑوا ہونا اور مردہ کا جیانا ناممکن۔ مگر قرآن ایسا معجزہ ہی جو آنکھوں کے سامنے ہے اور جسکا طاقت بشری سے مافوق ہونا ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور آنحضرت کے حالات ایسے ہیں جسکے معلوم ہونے سے

کوئی آدمی عالم ہو یا حکیم آپ کے مود من اللہ ہونے سے انکار کر ہی نہیں سکتا۔  
 جسوقت ہم قرآن کو کسی لحد سے لحد کے سامنے پیش کریں اور کہیں کہ اسے دیکھو  
 اور بتاؤ کہ کوئی کتاب کسی دانشمند یا کسی حکیم یا کسی فلسفی کی جو بجا ط  
 عبارت کے اور منظر مضامین کے اسکے برابر ہو، تنہ دیکھی ہے  
 اور تم اسکے مقابلہ میں لا سکتے ہو۔ آخر دنیا میں بہت بڑے ادیب اور نثری  
 گز سے ہیں، جسکی فصاحت و بلاغت کا غلغلہ آسمان تک پہنچا، مگر بتاؤ تو ہی  
 کہ سو اسے خیالی باتوں کے الہامی باتوں کو کوئی طرح لکھ سکا یا بجز رزم و  
 بزم، مدح و ذم، حسن و جمال اور خط و خال کے کسی نہ انسان کے دل  
 کی پاک کرنے والی باتیں اس خوبی سے بیان کی ہیں۔ اگر کوئی ایسی کتاب  
 دنیا میں روز افزائش سے اب تک کسی ملک کسی قوم کسی مذہب میں ہو تو یہ  
 کرو۔ "فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِالنَّارِ الَّتِي تَوْفَّوْهَا النَّاسُ  
 وَالْحَيَّاتُ أَعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ" اور یہ بتاؤ کہ خیالی باتوں کے عہدہ  
 الفاظ میں ادا کرنے والوں اور ہجو و وصال کے مضامین ایسی عبارت میں  
 لکھنے والوں میں سے، کوئی ایسا ہو اسے جو اپنے کلام کے جسے شل ہونے  
 کا مدعی ہوا ہو، اور کہنے اسکا معارضہ کیا ہو۔ بخلاف قرآن کے جسے  
 آواز بلند سے دعویٰ کیا کہ لَکِنْ اجْتَمَعَتِ الْأَشْجَارُ وَالْجِبَالُ عَلَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ مِثْلُ  
 هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَمْرًا ظَاهِرًا۔

۱۔ پس اگر ان کو اور ہرگز ان کو کہے تو بجا اور اس کا ایسا ہی آدمی و صحیح ہے کہ یہاں لکھی ہے کافروں کے لیے۔  
 ۲۔ اگر آدمی رجن کے سبب ہر جہاں بات پر کوئی اثر لکھے، لکھیں تب ہی فلاں لکھ کر یہ لکھنے کی مدد ہے۔

مگر کوئی تاؤ نہ ہو کہ تھوڑا سا کلام بھی ایسا لاسکے جو نظم و تالیف شیرینی بیان فصاحت  
 زبان بلاغت معانی اور پاکیزگی مضامین میں اُس سے مشابہت اور مناسبت رکھتا  
 ہو باوجودیکہ اُس وقت ایسی فصیح و بلیغ شاعر موجود تھے جو فصاحت میں کوہ  
 دین الملکی جاتے اور اپنے نظم کو خانہ کعبہ پر آویزان کر کے ہَلْ مِنْ فَصِيحٍ  
 وَ هَلْ مِنْ شَاعِرٍ پکارتے تھے۔ جکی منتہا رسی یہ تھی کہ کسی طرح سے اس دعویٰ  
 قرآن کے غلط ٹھہرائیں اور اپنے خاندان اپنی قوم اپنے ملک اور اپنے  
 مذہب کو اس نئے دین سے بچائیں۔ اور اسکے بعد اب تک دنیا میں ہزاروں  
 لاکھوں ادیب اور خطیب ایسے گزرے جنکی فصاحت و بلاغت مشہور ہے  
 اور جنکی بے نظیر نظم و نثر اب تک موجود ہے اور جنہیں بہت سے ایسے ہوئے جنکی  
 یہی ٹٹا اور یہی آرزو تھی کہ مترآن کے ایک چھوٹے سے سورہ کے  
 برابر بھی کچھ لکھ سکیں مگر نہ لکھ سکے اور اپنی تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔  
 اور پھر وہ دعویٰ اور تحدیٰ اور طلبِ معارضہ اب تک بحال خود موجود ہے اور یہ دنیا  
 سے خطاب اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوا بِسُورَةٍ  
 مِّنْ مِّثْلِهِ وَاذْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔  
 ہنوز جاری ہے کہ یہ کتاب جو خدا کی طرف سے پیش کی گئی ہے اسکا  
 پیش کرنے والا ایک اُمّی تھا جو نہ ایک لمحہ کے لئے مکتب میں بیٹھا نہ ایک

۱۷ ہے کوئی صبیح اور جو کوئی شاعر جو مقابلہ پر آوے ۱۲

۱۸ اگر تمہیں شک ہے اُس چیز میں جو ہم نے اپنے بندہ پر اتاری یعنی کتاب تو لاؤ تم کوئی ایک  
 سورۃ اُسکے مانند اور بلا اپنے اورد و گاروں کو خدا کے سوا سے اگر تم تجھے ہو ۱۲

لحظہ کے لئے اُستاد کی شکل دیکھی، نہ عالموں کی صحبت پائی، نہ حکیموں سے ملایا  
 نہ شاعروں سے شعر سیکھا، نہ ادیبوں سے ادب، چالیس برس تک اپنی قوم  
 میں رہا۔ دیکھا تو انہیں وحشیوں کو، اور سنا تو انہیں جاہلوں سے۔ اس پر  
 اُس نے ایسا کلام پیش کیا، جس کی عبارت پر ہزاروں درشاہوں کی لڑیاں تھڑا  
 اور جس کے مضامین پر دنیا کے حکیموں اور دانشمندیوں کی ساری حکمت و عقل  
 قربان۔ بسا کلام شقیہ مضامین اور خیالی باتوں سے خالی، اور تزکیہ قلب اور تصفیہ  
 کی تدبیر نہ سے بھرا ہوا۔ جس کی زبان کی لطافت و یکسر عرب کے سارے فصحا  
 و بلغاء پکار اُٹھے: **إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ**۔ اور جس کے مضامین کی پاکیزگی و یکسر  
 دنیا کہنے لگی کہ **لَئِنَّ لَكَ رُحْمَةً لِّلْوُحُوشِ**۔ تو اسے سنکر محمد سے محمد کو  
 بھی کیا چارہ ہو گا سوا اس کے کہ اقرار کرے اس بات کا، کہ یہ کلام ضرور بشری قوت  
 سے خارج ہے، اور انسان کی قوت سے باہر۔ اگر کسی چیز پر اعجاز یا کرامت کا  
 اطلاق ہو سکتا ہو تو اسی پر، اور اگر کسی شئی کو مجذہ کہہ سکتے ہیں تو اسی کو۔  
 اگر کوئی کلام دنیا میں خدا کا کلام مانا جا سکتا ہو تو یہی، اور اگر کوئی کتاب کو  
 خدا کی کتاب سمجھ سکتا ہے تو اسی کو۔

۱۔ یہ نہیں ہے  
 ۲۔ کھلا جادو۔  
 ۳۔ حقیقت پر غیبت  
 ۴۔ جادو حقیقت پر غیبت  
 ۵۔ دامن کے لئے ۱۱

جس طرح منہ قرآن کو قرآن سے ثابت کیا، اسی طرح ہم آنحضرت کی نبوت کو  
 آنحضرت کے حالات سے ثابت کریں گے، اور آپ کی رسالت کے دعویٰ  
 پر آپ کی ذات ہی کو حجت لائیں گے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ**  
**قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ تُورًا مَّبِينًا** یعنی آئی تمہارے  
 پاس پروردگار کی دلیل اور حجت، اور وہ کیا ہے حضرت سرور کائنات

عَلَيْكَ أَفْضَلُ الصَّلَاحِ وَالْغَيَّاتِ كِي ذَاتِ مَبَارَكٍ - اور اسکا ثبوت ہوتا ہے  
 آپ کے زندگی کے حالات؛ اور آپ کے کاموں اور انکے نتیجوں سے جو دنیا  
 کو حاصل ہوئے۔ جب کوئی غور کرے اس بات پر کہ آپ ایک ایسے ملک  
 میں پیدا ہوئے؛ جہاں قدرت نے کوئی سامان ایسا نہیں کیا تھا کہ وہاں کے  
 باشندوں کے خیالات کو مدد ملتی؛ اور نہ وہاں انسان کی ہنر اور صنعت نے  
 ایسی چیزیں جمع کی تھیں جنکا اثر وہاں کے رہنے والوں کے دل و دماغ پر ہوتا۔  
 بلکہ جیسا ملک تھا؛ ویسے ہی باشندے؛ جیسی زمین اور آب و ہوا تھی ویسی ہی  
 رہنے والے۔ دل انکے سخت جیسے پتھر؛ مزاج انکے گرم جیسے سموم؛ تند خوئی  
 میں با و صر سے زیادہ؛ جنگجوئی میں جنگل کے درندوں سے بڑھکر؛ دل محبت  
 اور اتفاق سے خالی؛ دماغ غرور اور جہالت سے بھرے ہوئے؛ کفر اور شرک  
 سب پر چھایا ہوا؛ اوہام اور ضلالت میں ڈوبے ہوئے؛ بیرحمی اور بد اعمالی  
 رگ رگ میں سمائی ہوئی؛ خونریزی اور فارتگری میں شاق؛ حرام کاری اور  
 بے حیائی پر نازان؛ خدا سے بالکل بے خبر؛ مبذار و معاد سے سراسر عاجز؛  
 بتوں کے پوجنے والے؛ بعث و نشر کے منکر؛ بھوت پریت کے معتقد؛  
 رسموں کے بندے؛ جہالت کے پتے؛ ظالم سنگدل؛ سفاک؛ بیرحم؛ رشتہ  
 بد اعمال؛ بد کردار؛ ستم پیشہ؛ لوٹیرے؛ ضدی؛ حیلے؛ جھگڑالو؛  
 نہ ٹلتے تھے ہرگز جو آڑ بیٹھتے تھے      سبجے نہ تھے جب جھگڑا بیٹھتے تھے  
 جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے      تو صد ہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے  
 بلند ایک ہوتا تھا گردان شرار      تو اس سے بڑھ کر اٹھتا تھا ملک سارا

چلن انکے جتنے تمسب حشیا نہ ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ  
فسادوں میں گھٹا تھا اگا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ  
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے

درندے ہوں جنگل میں میاںک مہیر

ایسے ملک اور ایسی قوم میں خدا کا ایک لیا بندہ پیدا ہوا جس نے نہ باب کی شفقت  
کا مزہ چکھا تھا؛ نہ مان کی محبت دیکھی تھی؛ نہ کسی قسم کی تعلیم و تربیت حاصل  
کرنے کا موقع پایا تھا۔ ایک مدت دراز تک اپنی جاہل اور بت پرست اور  
بد اخلاق لوگوں میں زندگی بسر کر کے بعد وہ قوم کے سامنے آیا، اور خلاف  
ملک کی آب و ہوا کے؛ خلاف ملک کے حالات کے؛ خلاف قوم کے خیالات کے؛  
بلکہ خلاف اُن تمام توقعات کے؛ جو ایسی حالت میں ہو سکتی ہوں، روحانی نیکیوں کے  
پھیلانے؛ اور ایک نئی زندگی بخشنے؛ اور نہ صرف اپنے ملک اور اپنی قوم کو؛ بلکہ  
ساری دنیا کو غفلت اور جہالت اور کفر کی بیماریوں سے نکالنے کے کام پر خدا کی  
طرف سے مامور ہونے کا دعویٰ کیا۔ قوم کو ذلیل بت پرستی میں ڈوبا ہوا  
دیکھ کر اپنے دادا ابراہیم کی طرح کہنے لگا ”مَا هَذَا الْقَائِلُ الَّذِي أَنْتُمْ تَكُنُّوْنَ  
هَٰكَذَا“ اور ملک کو تراشے ہوئے بتوں کی پتھر میں بتلا کر پکارنے لگا۔  
”أَفَعْبَدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّهُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ“  
”وَلَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ“ اس آواز نے تمام  
قوم کو غفلت کی نیند سے جگا دیا؛ اور ایک نئی روح اُن میں پھونک دی؛ اور  
ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا؛ جس سے انہی تمام اندرونی اور بیرونی چیزیں

نہ کیا بین نصیب کر سکتا  
جس کو ہم سب سے زیادہ

نہ کیا بین نصیب کر سکتا  
جس کو ہم سب سے زیادہ

نہ کیا بین نصیب کر سکتا  
جس کو ہم سب سے زیادہ

نہ کیا بین نصیب کر سکتا  
جس کو ہم سب سے زیادہ

نہ کیا بین نصیب کر سکتا  
جس کو ہم سب سے زیادہ



ایسی بدل گئیں گو یا قلب ہا سیت ہو گیا۔ نہ اُنکے دہل رہے جنہیں شرک اور  
 بت پرستی کے خیالات تھے نہ اُنکے وہ خیالات رہے جسے اودام میں  
 ڈوب ہوئے تھے نہ اُن میں وہ اودام رہے جسے طرح طرح کے گناہوں اور  
 بد اعمالیوں کے مرتب ہوتے تھے۔ نہ اُنکی وہ طبعیتیں رہیں جنہیں جاہلیت کا  
 جوش تھا نہ اُنکا وہ جوش رہا جس سے وہ نقشب و غرور کینہ و حسد اور  
 انتقام کی جھلک بیماریوں میں مبتلا تھے۔ نہ اُن میں وہ بیماریاں رہیں جسے  
 روحانی زندگی نام کو بھی باقی نہ رہی تھی۔ اُس خدائی آواز نے جو اُس  
 پاک بندہ کے سنہ سے نکلی کہ اِنکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حُصْبٌ  
 جہلتم اُنکے دلوں کو شرک اور بت پرستی کے خیالات سے ایسا صاف  
 کر دیا جیسے تندہوا کا جھوکا زمین کو خس و خاشاک سے۔ اور اُس بیان  
 حشر و نشر کے جسے گویا زمین و آسمان شق کر کے بہشت و دوزخ کی صورت  
 انہیں دکھا دی اُنکی طبعیتوں کے سارے جاہلانہ جوش ایسے ٹھنڈے کر دیے  
 جیسے کہ زور کی بارش بجھ سکتی ہوئی آگ کو۔

پس یہ انقلاب تھا یا جادو جسے قوم کی حالت میں ایسی حیرت انگیز  
 تبدیلی پیدا کر دی۔ اور وہ دغط تھا یا اسرافیل کا صدور جسے سیکڑوں  
 برس کے مردوں کو جلا دیا۔ وہ بشر کا کلام تھا یا روح القدس کی آواز  
 جس سے عرب اور عجم میں زلزلہ پڑ گیا۔ اور وہ عبادت کے یتیم فرزند کا  
 کام تھا یا خدا کی قدرت جسے سارے سرکشوں کا غرور توڑ دیا اور  
 اُنکے غرور بھرے ہوئے سر ایک خدای ذوالجلال کے سجدے کے لئے

یہ تمام اور کچھ کہ نہ سمجھتے  
 خواہے خدا کے بیٹوں  
 بن دوزخ کے

بھٹکا دے۔ وہ کیا چیز تھی اُس خدا کے منادی کرنے والے میں جسکی  
 دعوت نے برسوں کے بہکے ہوئے کو خدا کی راہ دکھا دی اور وہ کبھی  
 دی ہوئی قوت تھی اُسکے کلام میں جس نے ایسی حیرت انگیز اور غیر متقطع دایم  
 الاثر تاثیر لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی جس سے شرک مٹا دیا ہو سکے۔  
 کا فر ایمان لے آئے، بت پرست بت شکن ہو گئے، گمراہ راہ دکھانے  
 لگے، خدا شناس حقیقت و معرفت کی باتیں کرنے لگے، وحشیوں میں تہذیب  
 پھیل گئی، جاہل عالم اور نادان حکیم ہو گئے، زہد و پرہیزگاری نیکی اور پاکدلی  
 قومی خصلت ہو گئی، جاہلیت کی تمام رسمیں موقوف ہو گئیں، قتل، زنا، چوری  
 جھوٹ، فریب، جوئے، شرابخواری، کی ساری بد عادتیں جاتی رہیں،  
 جاہلانہ حیثیت اور عصیت کا نشان نہ رہا، خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں  
 منکس ہو گئیں، سرکشی اور خود سری کے باطل خیالات باقی نہ رہے۔ روحانی اور  
 اخلاقی برائیاں طبیعتوں سے ایسی نکل گئیں، جیسے کفر و شرک کی رسمیں عرب  
 سے۔ دماغ غرور و نخوت سے، سینے عداوت اور کینے سے، ایسے  
 صاف ہو گئے، جیسے بدن سے کعبہ۔ دشمن، ایسے دوست ہو گئے جیسے  
 مان جائے بھائی، غیر ایسے یگانے بگنے، گویا عزیز اور رشتہ دار۔ اختلافات  
 اور پھوٹ کا نام نہ آئے، عداوتیں الفت سے بدل گئیں، بھڑکے ہوئے قبیلے  
 ایک ہو گئے۔ وہ کیا تصرف تھا، جس نے عرب کینہ ورا و ضدی قوم کو ایک ملحد  
 رشتہ میں منسلک کر کے ایسی براہروی بنا دیا، جسکی اتحاد اور اتفاق کی نظیر  
 دنیا میں نہیں ملتی۔ اور وہ کیا تسخیر تھی، جس نے اعراب و وحشیوں اور بدلتا

جنگلیوں کو ایسا رام کر دیا کہ گویا وحشت اور نفرت پھوٹ در تفرقہ، خود دہری  
اور سرکشی کا نام نہ جانتے تھے۔ پس ایسا حیرت انگیز تصرف انسان کے دل و پیر  
اور ایسی عجیب تسخیر لوگوں کے قلوب کی، اور ایسی تبدیلی قوم کے حالات کی، اور  
ایسا انقلاب ملک کے اخلاق اور تمدن کا، جو نہ کسی دنیا کے بڑے سڑے  
شاہنشاہ سے ہو سکا، نہ کسی بڑے سے بڑے حکیم اور مقنن سے، بلکہ جسکی نظیر  
کسی بڑے اولوالعزم پیغمبر کے زمانہ میں بھی پائی نہیں جاتی، کیا نتیجہ تھا؟ صرف  
ایکایک انسان کی کوششوں کا، جو مؤید من اللہ نہ تھا۔ یا ہو سکتا تھا؟ صرف  
ایسے ایک آدمی سے جسکو خدا نے اپنی طرف سے اس کام پر مامور کیا تھا۔  
اور کیا اسکی تصدیق کے لئے کسی معجزہ یا خرق عادت کی ضرورت باقی  
رہتی ہے، اور کیا اسکی سیرت و تعلیم اور ہدایت، عصا کے سانپ بنا دینے  
یا مڑے کے جلانے یا چاند کے دو ٹکڑے کرنے سہل سمجھی جاسکتی ہو؟ اگر موسیٰ کا  
عصا رستیوں کے بنے ہوئے سانپوں کو کھا گیا، تو محمدی عصا اس تیرہ سو برس  
میں لاکھوں کروڑوں بلکہ بے گنتی اڑدے عقاید فاسدہ اور اخلاق رذیلہ کے  
جو انسان کے دلوں کو چپٹے ہوئے، اور انکے روجوں کو ڈس رہے تھے،  
نخل گیا، اور اگر عیسیٰ نے دو چار اندھے اور دس بیس لو لے لنگرے بلکہ دو ایک  
مڑے زندہ کر دیئے، تو محمد نے (روحی فداہ) اُن گنتی اور ہزاروں کے  
ہزاروں کو چنگا کر دیا، اور لاکھوں آدمیوں میں جو باعتبار روحانی زندگی کے مرگئے تھے  
جان ڈال دی۔ پھر موسیٰ اور عیسیٰ کے معجزوں کا اثر انکے ساتھ گیا، مگر محمدی  
معجزہ اب تک زندہ ہے، اور قیامت تک زندہ رہے گا، اور اسکا فیض جیسا جاری

دیا ہی آخری دن تک جاری رہیگا۔ نہ آپ کے انتقال جہانی سے اُسین نخل آیا  
اور نہ آئیگا اور نہ آپ کے نقل مکان سے اُسین کوئی ہرج ہوانہ ہوگا۔

مصلطے را وعدہ کرو الطاف حق	گر بیدی تو میر و این سبق
من کتاب معجزات رارض ام	بیش کم کن راز قرآن مانع ام
ہست قرآن متر اہجون عصا	کفس را اور کشد چون از دہا
تو اگر در زیر حق کی خشتہ	چون عصایش دان تو انچه گفتہ
گرچہ باشی خشتہ تو در زیر خاک	چون عصا اگر شود آن گفتہ پاک
فاصلہ ان را بر عصائت دست	تو بخسپ اسی شہ مبارک خشتی

اگر کوئی ہوشیار حکیم اور کوئی دانشمند فلسفی الیہ پاک بندگی سیرت اور تعلیم اور  
ہدایت پر غور کرے؛ جسے نہ صرف عرب کی حالت بدل دی؛ اور نہ فقط حجاز سے  
بُت پرستی ہمیشہ کے لئے مٹا دی؛ بلکہ جسے مردہ دل یہودیوں اور  
عیسائیوں کو بھی؛ جنہیں روحانی زندگی کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا، نئے  
سر سے جلادیا اور جسے موسیٰ اور عیسیٰ کی تعلیم کو جسے لوگ بھول گئے تھے؛ اور  
جس کو اپنے فاسد رایوں اور باطل خیالات ملانے سے خراب کر دیا تھا؛ پھر تازہ  
کر دیا؛ اور جسے نہ صرف لات و منات کے پوجنے والوں؛ اور صبل اور  
عزے کے آگے سر جھکانے والوں؛ کو خدا کی راہ دکھا دی؛ اور شرک اور  
کفر کی تاریکی سے نکال کر اس کے دلون کو نور ایمان سے روشن کر دیا؛ بلکہ  
مغرور اور خود سر جہت و طاغوت کے ماننے والے کو باطن یہودیوں کو؛  
وہ روشنی دکھا دی؛ جو طور پر موسیٰ کلیم اللہ نے دیکھی تھی؛ اور آپس میں

لڑنے والے اور تین خدا کے ماننے والے مردہ دل عیسائیوں کے دلوں میں  
 وہ روح پھونک دی، جو سچ پر اترتی تھی۔ تو ایسے شخص کی نسبت وہ کیا رائی  
 قائم کریگا، اور اُسے کیا سمجھے گا؟ اگر ہم اُس سے پوچھیں کہ ایسے شخص کو اگر  
 معاذ اللہ تم نبی نہیں مانتے، تو بلاشبہ یہ تو ضرور مانو گے، کہ وہ ایک  
 ایسا بشر تھا جسکی مانند دوسرا اس دنیا میں نہیں ہوا، اور جسے دانشمند اور متین  
 اور حکیم کے ناموں اور درجوں سے بڑھکر دوسرا کوئی نام اور دوسرا کوئی  
 درجہ دینا ضرور ہے، پھر وہ نام کیا ہے سوا رسول اور نبی کے، اور وہ  
 درجہ کون سا ہو سوا پیغمبری اور رسالت کے فَقُولُوا اشْهَدُوا اَنْ لَا اِلَهَ  
 اِلَّا اللّٰهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قسم ہے اُس خدا کی جسے  
 محمدؐ کو پیدا کیا، کہ ان باتوں سنکر، اور ان حالات کو نوچکر کوئی آدمی ہوگا  
 سوا اُس کے، جسکی دل کی آنکھ کو خدا سے تعصب سے اندھا کر دیا ہو، جو  
 اُسکی رسالت میں شک کرے، اور اُسے موبد من اللہ اور خدا کا داعی سمجھے  
 اور بے اختیار اَشْهَدُ اَنَّهُ كُرْسُولُ اللّٰهِ نہ پکار اٹھے۔

پس جس طرح اسلام کے پہلے حصے یعنی لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ میں کوئی بات ایسی نہیں  
 جو عقل سلیم اور فطرت انسانی کی مخالف ہو، اسی طرح دوسرے حصے یعنی  
 مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ میں بھی کوئی ایسی پہیلی یا پیستان نہیں ہے جو علم و حکمت  
 کے خلاف ہو، اور ایسے ملک میں جہاں علوم کی ترقی ہے، اُسکے سچے اور  
 صحیح ہونے میں شبہ ہو سکے۔ اگر اُس ملک میں عیسائیت علم سے مغلوب  
 ہو رہی ہے، تو اُس کا سبب اُنکے مفاد کا ناسا ہے، اور اُنکی مذہب کے اصول کی

خرابی۔ جس سے اسلام بالکل پاک و صاف ہے۔ بلاشبہ تعلیم یافتہ ملک میں مشکل اور نہایت مشکل ہے کہ کوئی عالم یا حکیم ایسے مذہب کو مانے جس میں مریم کا درجہ خدا کا اکلوتا بیٹا مانا گیا ہو، اور جس میں خدا نے عدل قائم رکھنے کے لئے اپنے پیارے بیٹے کو بندوں کے گناہوں کا کفارہ اور قربانی کا بکرا بنایا ہو، اور صلیب دیئے جانیکے بعد اسے آسمان پر بلا کر اپنے دہنے انگوٹھے پر بٹھایا اور ایسے بڑے دعوے کے ثبوت میں صرف وہ چیزیں پیش کجاتی ہوں جنکو قدرت کے قانون کے اصول جاننے والے تسلیم کرتے ہوں۔ مگر ایسے مذہب کے ماننے میں کچھ مشکل نہیں معلوم ہوتی، جسکے داعی نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا نہ فرشتہ، نہ خدا کی خدائی میں اپنے کو و خیل ٹھہرایا، نہ ایک عاجز اور مجبور بندہ سے بڑھکر کوئی خصوصیت اپنے لئے قائم کی۔ بلکہ دنیا کو غلطی میں نہ پڑنے کے لئے پکار کر صاف کہدیا کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوحٰی اِلَیَّ اِنَّمَا الرَّحْمٰنُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ یَرْجُو لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْلَمْ عَلٰی صَاحِبِہٖ وَاٰتِیَہٖ بِہٖ عِبَادَہٗ لَا سَیِّدَہٗ اَحَدًا کہ میں صرف ایک آدمی ہوں تم جیسا، صرف فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے اور جو کوئی اُس سے ملنا چاہے، اُسے چاہئے کہ نیک کام کرے، اور خدا کی عبادت میں کیونکر شک نہ کرے۔

اے میرے دوستو اور میرے عزیز مسلمانو! غالباً میرے اس مختصر بیان سے آپ کے دلوں کو پورا اطمینان ہو گیا ہو گا کہ اسلام کو علم کا کچھ خوف نہیں ہے، اور نہ اسلام کی اشاعت کو ایسے ملک میں جہاں علم کی ترقی ہے، کوئی چیز مانع ہے، اور نہ اسلام کے دونوں حقوں

یعنی توحید اور نبوت کے ثبوت کے لئے ہمیں علم سے اندیشہ ہی بلکہ اس سے مدد ملنے کی امید ہے۔ مگر اسی کے ساتھ آپ کے دلون میں یہ بات ضرور کھٹکتی ہوگی؛ کہ اگر واقعی اسلام اور علم شریعت و حکمت؛ مذہب فطرت؛ ایک ہیں؛ اور ایک دوسرے کے حامی و مددگار؛ تو پھر نظاہر و دلوں میں انکے طاؤس و مارکی طرح عداوت کیوں مشہور ہے؛ اور مذہبی پیشوا اور دیندار عالم ہمیشہ حکمت و فلسفہ سے لوگوں کو کیوں ڈراتے؛ اور علم و عقل کو مذہبی باتوں میں دخل دینے سے کیوں روکتے رہے ہیں۔ اگر دین و حکمت کا اتحاد صحیح ہوتا تو کفر کے ”کاف“ کو فلسفہ کی ”ف“ پر کیوں ترجیح دیجاتی؛ اور منطق و حکمت کے پڑھنے والے کیوں خبیث سمجھے جاتے۔ اسلئے آپ کے اطمینان کے لئے اس وقت اسکی بابت کچھ کہنا مناسب سمجھتا ہوں۔ صاحبو۔ جیسا کہ پہلے کہا اور بتایا جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے؛ حقیقت میں علم اور مذہب دونوں ایک اور ایک دوسرے کے حامی ہیں؛ اور جو کچھ اختلاف نظر آتا ہے وہ یا غلط فہمی پر مبنی ہے؛ یا اپنی اپنی حدود سے تجاوز کر لئے پر۔

غلط فہمی تو یہ ہے کہ جسکو مذہبی اعتقاد کہا جاتا ہو وہ سچے مذہب نے نہ کہا ہو؛ یا جو علمی تحقیقات کا نتیجہ سمجھا گیا ہو اسکا ثبوت قطعی نہ ہو۔ مثلاً یہ خیال کہ قاف زمرہ کا پہاڑ ہے؛ اور دنیا کو ایسے گھیرے ہوئے جیسے باغ کو چار دیواری؛ اور آسمان کے کنارے اُسپر رکھے ہوئے ہیں اور اسی سے آسمان سبز نظر آتا ہے؛ یا یہ کہ زمین ایک بڑے پتھر پر رکھی ہوئی ہے

اور وہ پتھر بل کے سنگ پر ہے جبکہ میں اپنا سنگ ہلاتا ہے تو پتھر ٹپتا ہے  
 اور اُس سے زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ باتیں مذہبی ہیں اور اُنکا ماننا ضروری  
 تو بلاشبہ مذہب اور علم کا اتحاد ثابت ہوگا۔ مگر چونکہ ان اقوال کی بنیاد  
 غلط فہمی پر مبنی ہے؛ اور یہ باتیں جھوٹی اور لغو کہانیوں کی طرح سُنی جاتی  
 مذہب میں داخل ہو گئی ہیں؛ اسلئے اس سے اُس اتحاد پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔  
 اسی طرح بعض فلاسفہ کا یہ خیال؛ کہ دنیا کا بنانے والا اور اپنی قدرت کا مظہر  
 اُسکا انتظام قائم رکھنے والا کوئی نہیں ہے؛ اتفاقات سے خود بخود یہ  
 سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے؛ اگر سچا مسئلہ علم کا ہے تو مذہب کی مخالفت  
 اُس سے لازمی ہے، مگر جبکہ وہ ایسا مسئلہ ہے جو قطعی دلائل سے ثابت نہیں  
 بلکہ اُسکی بنیاد کو وہ قاف کے زمرہ ہونے سے زیادہ نہیں ہے تو اس سے  
 بھی کچھ مخالفت علم و مذہب کے ثابت نہیں ہوتی۔ پس وہ باتیں جو عقائد مذہب  
 مذہب میں سے ہوں اور جو قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوں؛ اگر مذہب  
 میں داخل ہو گئی ہوں؛ یا وہ مسائل جنکا ثبوت براہین ہندسیہ اور دلائل منطقیہ  
 سے قطعی طور پر ہوا ہو؛ اگر علمی مسائل کہے جاتے ہوں تو اس سے تحالف  
 دونوں کا ثابت نہیں ہوتا۔ تحالف کے لئے تو وحدت موضوع اور محمول  
 قوت و فعل؛ شرط اور اضافت؛ جزو اور کل؛ مکان اور زمان؛ کی شرط ہے، اگر میں  
 ایک میں بھی فرق ہو تو تناقص ثابت ہوگا۔ اسلئے جب تک مذہبی اور  
 علمی مسائل دونوں اپنے اپنے طور پر قطعی اور یقینی نہ ہوں؛ ان کے اتحاد میں  
 خلل ہوگا اور اَلْیَقِیْنُ لَا یَرْوُلُ اِلَّا بِیَقِیْنٍ مِثْلِهِ کا مقولہ ہمیشہ بحث میں



پیش نظر رکھنا پڑیگا۔

دوسرا سبب یعنی مذہب اور علم کا اپنے اپنے حدود سے تجاوز کرنا، وہ یہ ہے کہ جو قدرتی حدیں مذہب اور علم کی ٹھہری ہوئے ہیں، اُن سے کوئی باہر نکل جاوے اور دوسرے کی سرحد میں چلا جاوے مثلاً عالم شہادت اور ناموس علم کی حکمت ہی، اور عالم غیب اور لامہوت میں مذہب کی حکومت۔ موجودات عالم کی تحقیقات کرنا، اور مادی کائنات کی حقیقت دریافت کرنی علم سے متعلق ہے، اور خدا کو پہچاننا، اور اُسکی مرضی دریافت کرنی، اور اخلاق حسنہ سے نفس کو آراستہ کرنا، اور اللہ کے آنے والی حالت کے لئے تیاری کرنی، مذہب کا کام ہے مذہب کے حدود سے خارج ہے، کہ وہ دنیاوی فلسفہ سکھاوے، یا ہنیت و ہندسہ کی تعلیم دے، اور موجودات عالم کی تحقیقات کرے۔ اسکا کام نہیں ہے، کہ وہ لوگوں کو سکھاوے کہ اس عالم کی ترکیب اور ترتیب کیونکر ہوئی، وہ کس مادہ سے بنایا گیا، مادہ خود کیا ہے، میو لے اور صورت کیسے کہتے ہیں، اجزاء لایتجزئے کیا شئی ہیں، ابعاد ثلاثہ اور عناصر اربعہ کیا ہیں۔ اُسکا کام نہیں ہے کہ وہ اسبات پر غور کرے کہ یہ تخت کی طرح سطح چیر جبریم رستہ ہیں گول ہے یا چٹی، اور یہ نیلی نیلی چھت جو ہمیں نظر آتی ہے فضائی محض ہے یا سونے چاندی کا گنبد۔ سورج ہم سے کتنا دور ہے، کسی برس میں توپ کا گولہ زمین سے اُس تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ منور ہے یا تاریک، مٹی ہے یا ساکن، آباد ہے یا ویران، اگر آباد ہے تو اُسکے رہنے والے ہماری

صورت و شکل کے آدمی میں یا بیدم بندر۔ اگر مذہب ان باتوں میں  
دخل دے تو سمجھنا چاہئے کہ اُس نے اپنے حدود سے باہر قدم رکھا، اور  
اپنے دوست یعنی علم کی سرحد میں مداخلت کی۔ یہہ گویا اسکی طرف سے  
لڑائی کا پیام سمجھا جائے گا، اور ضرور دونوں میں جنگ شروع ہوگی۔  
ہاں پیسج ہو کہ مذہب ان علی باقوہ اشارہ کرتا ہو اور الہامی کتابوں میں قاطعاً مطلق کی  
بے نظیر قدرت کے ظاہر، اور اسکی وجود ثابت کرنے کے لئے سادہ اور عام فہم طریقہ سے  
مطابق اُس زمانہ کے خیالات اور معلومات کے کچھ کچھ ان چیزوں کا اجمالاً بیان ہوتا ہو  
اور اُس پر فکر و غور کرنے، اور اسکے دقائق و حقائق کی تحقیق پر، رغبت  
دلائی جاتی ہے، مگر صرف اشاروں اور عام فہم باتوں میں۔ آئندہ علم  
کا کام ہے کہ وہ بذریعہ اُن آلات کے جو تحقیقات اور ادراک اشیا کے  
لئے انسان کو دیئے گئے ہیں، یعنی حواس اور عقل، اُن کی حقیقت دریافت  
کرے، اور اپنے وسیع مملکت میں آزادی سے اپنا کام کرے۔ علم کا  
کام ہے کہ قدرت کے کارخانے پر نظر کرے، موجودات اور قدرتی مصنوعات  
کو غور کی نگاہ سے دیکھے، انکی درجے قرار دے، انکا باہمی تناسب ثابت  
کرے، انکی اصلیت اور خاصیت اور حالت سے بحث کرے۔ اسے اختیار  
ہے کہ وہ کوشش کرے اس بات کی دریافت کرنے کی کہ آسمان کیا چیز ہے  
زمین کیا شئی ہے، نباتات اور حیوانات دریا اور پہاڑ و بخی ترکیب کیونکر  
ہوئی ہے، پانی کیسے برستا ہے، ہوا کیونکر چلتی ہے، آفتاب شجر، کہ ہے یا  
ساکن، چاند نورانی۔ ہے یا تاریک، یہہ سب سب گنبد جو نظر آتا ہے اسکی حقیقت

کیا ہے، ہزاروں چراغ جو اس میں جلتے ہوئے نظر آتے ہیں وہ کیا ہیں، انکی  
جسامت انکا بعد انکی خاصیت کیا ہے، پھر وہ آباد ہیں یا دیران چلتے  
ہیں یا ٹھہرے ہوئے۔ نباتات کے کتنی قسمیں ہیں، حیوانات کی اصل کیا ہے؟  
اور ان کے خاندان کتنے ہیں۔ پھر انسان کیونکر بنا، وہ اپنی نوع میں اور حیوان  
سے جدا ہے یا صرف ترقی یافتہ لنگوڑ ہے۔ غرض کہ جہاں تک عقل اور حواس  
کام دیکھیں، وہ موجودات عالم پر غور کرے اور انکی تحقیقات۔ اسے  
اختیار ہے کہ عقل کے گھوڑے جہاں تک وہ اپنے وسیع میدان میں دوڑا سکے  
دوڑا سکے، اور اپنی قلمرو کے جنگل میں جہاں تک ہو سکے وہ گھومتا اور چکر لگاتا  
پھرے۔ مگر اسکے لئے بھی ایک حد ہے، جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا،  
اگر اس سے وہ تجاوز کریگا اور مذہب کی سرحد میں قدم رکھیگا تو انکی  
طرف سے گویا لڑائی کا اشتہار ہوگا، اور وہ ضرور مذہب پر حملہ کرنے  
والا سمجھا جاوے گا۔

علم موجودات کی حالات اور انکی خواص اور تاثرات دریافت کر سکتا ہے، مگر سوے  
نام کے کسی عنصر یا بسط کی ماہیت اور حقیقت نہیں بتا سکتا۔ وہ آسمان اور  
زمین کے خلقت کی آغاز اور انساکی پیدائش میں کروڑوں سال کا زمانہ  
قرار دے سکتا ہے، مگر اسکا آغاز کیونکر ہوا، اسی نہیں سمجھ سکتا۔ وہ چاند  
زہرہ و مشتری، مریخ و عطارد، اور تمام سیاروں کی جسامت، انکا حجم  
اور انکی گردش کی مدت جان سکتا ہے، مگر قدرت کے اس عہد کو نہیں  
بتا سکتا، جس سے انکی جسامت اور حیز اور فاصلہ کے ایک معین اندازہ

تو اربانے کی علت معلوم ہو اور ان کے ایک مقرر چال پر گردش کرنے کا سبب سمجھ میں آوے۔ آفتاب ہو کہ وہ اپنے محور پر ایک معتدل چال پر گھوم رہا ہے، مگر اسکی چال کی معین کرنے والی قوت کون ہے الشمس تجری لستقر لها ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ چاند ہو کہ اسکے پھرنے اور سیر کرنے کے لئے منزلیں مقرر ہیں جسے وہ باہر نہیں جاکتا مگر اسکی منزلیں ٹھہرانے والی طاقت کیا ہے وَالْقَمَرُ قَدَرْنَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيرِ۔ آفتاب ہو کہ چکر کھا رہا ہے چاند ہو کہ دوڑا ہو کہ وہ کون سی زبردست قوت سے جو دونوں کو اپنی اپنی حدود سے تجاوز کرنے پر مجبور کئے ہوئے ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ مَسَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ علم بتا سکتا ہے کہ آسمان وزمین اور تمام ستاروں بلکہ ساری دنیا کی چیزوں میں ایک قوت کشش کی ہے جس سے وہ سب اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے اور ایک دوسرے کے محافظ ہیں مگر وہ قوت کیا ہے اور اسکا دینے والا اور قائم رکھنے والا کون ہے اسکی اور اک سے اسکی سمجھنا صریحاً اللہ یُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِيَ إِتَنَّفَعَا حَلِيمًا غَفُورًا وہ عالم کی بناوٹ کی نسبت کہہ سکتا ہو کہ بے انتہا اور بیشمار

۱۔ سوچ جا نا جو ایسی ہی راہ پر یہ ادا نہ سے مقرر کیا ہوا اس راز کا خبر کا۔

۲۔ اور چاند کے لئے ہے مقرر کردئے ہیں منزلیں جہاں تک کہ پھر آتا ہے جسے برائی نہیں۔

۳۔ نہ سوچ کو پہنچ سکتا ہے کہ کون سے عالم کو اور نہ رات بڑھ سکتی ہے آگے دن سے۔ اور ہر کوئی ایک

گھبر سے بن چکے ہیں۔

۴۔ اللہ روکے ہوئے ہے آسمان وزمین کو گرجے سے اور اگر کوئی بڑے تو کون ان کو روک سکتا ہے ان کے

سوا سے وہ بے پروا ہیں والا۔

قسم کے اجزاء لایتجری کے باہمی تضاد و م سے جو فضائی غیر محدود و مین اور  
 پھرتے تھے، کرورون برس کی مدت میں بنائے، مگر اسکی قوت مدر کہ  
 اس امر کے اور اک سے قاصر ہے کہ وہ اجزاء لایتجری کیا ہیں؛ انکی ابتدا  
 کب سے ہے؟ انہیں فضائے غیر محدود و مین کیسے چھوڑا؟ اور کس قوت نے  
 انکو ترکیب دیکر ایسی حیرت انگیز دنیا بنائی اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ  
 يَّتَفَكَّرُوْنَ وہ علم شریح سے انسان کی ایک ایک رگ اور ایک ایک  
 پٹھے کی تفصیل اور اسکی جسم کی ترکیب اور اسکی مختلف عضلاتوں کے خواص  
 بتا سکتا ہے؛ مگر اسکے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں ہے جو اس چیز کو بتا سکے  
 جسے جان کہتے ہیں اور جس سے یہ خاک کا بتلاز میں پرٹھھے بیٹھے آسمان  
 کی سیر کرتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اَوْفَيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا  
 قَلِيْلًا۔ اوسنے سیاروں کی دیکھنے کے لئے بڑی طاقتور دو بینین  
 ایجاد کیں؛ اور اسکے ذریعہ سے کرورون میل کے فاصلہ سے انکے جسم  
 اور حیضہ اور دائرہ کو دیکھا؛ مگر وہ کوئی ایسی دوربین ایجاد نہ کر سکا جو ان  
 سیاروں کے بنائے والے کو دیکھ سکتا۔ اوسنے آسمان کی کیفیت؛  
 ستاروں گردش؛ برجوں کی تعداد؛ دریافت کرنے کے لئے رصد خانے  
 بنائے؛ اصطربلاب ایجاد کئے؛ مگر وہ قدرت کے ان قوتوں کے جاننے  
 کے لئے جو ان چیز و مین چھپی ہوئی ہیں اور جس سے ظلم کا کارخانہ  
 چل رہا ہے؛ نہ کوئی رصد خانہ بنا سکا؛ نہ کوئی اصطربلاب ایجاد کر سکا۔  
 کہ نہ یہ اسکی اختیار سے خارج؛ اور اسکے حدود سے باہر ہے جبہ

اپنی حد سے آگے بڑھنے کا ارادہ کرتا ہے تو مذہب اسے روک دیتا اور کہتا ہے کہ اگر ایک قدم آگے بڑھایا تو تجلی الہی تجھے جلا کر خاک کر دیگی۔ اب آگے عالم غیب اور عالم لاہوت ہی جہان سے سیری حکومت شروع ہوتی ہے۔ مذہب بتاتا ہے کہ عالم شہادت میں جو کچھ تم دیکھتے ہو ان تمام چیزوں کا ایک بنانے والا ہے، جسکی قدرت کے قدم کے نشان ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور جسکی ہستی کا ثبوت آسمان اور زمین، چاند اور سورج، پہاڑ اور دریا، آگ اور پانی، ہوا اور ناک، بلکہ ریگ کے ہر ذرہ اور سمندر کے ہر قطرہ اور درخت کے ہر پتے سے ہوتا ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ آيَةٌ تَدُلُّ عَلَيْهِ أَنَّهُ وَاحِدٌ  
برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریت معرفت کردگار  
کوئی ستارہ آسمان پر، کوئی جاندار زمین پر، کوئی پرندہ ہوا میں، کوئی درخت  
جنگل میں، ایسا نہیں ہے جو اسکی خالق اور مبالغہ ہو، نہ پرگواہی نہ دیتا اور  
اپنی زبان حال سے اپنے پیدا کرنے والے کی تسبیح اور تقدیس نہ کرتا ہو۔  
وَأَن مِّن شَيْءٍ إِلَّا بِحُجْرَةٍ ۖ وَكَلِمَةٍ لَا تَقْضُونَ سِتْرَهُمْ

جبکہ ہم ایسی ذات کی معرفت اور اسکی صفات کا علم اور اسکی مرضی دریافت  
کرنا چاہتے ہیں اور اس تک پہنچنے کا شوق بھوک پیدا ہوتا ہے، تو علم اسکی  
دروازہ تک پہنچا کر یہ کہتا ہوا رخصت ہوتا ہے کہ لَوْ دَنُوتُ أَفْطَلَةً  
لاحتراق۔ اگر ایک سرسوی برتر پر مہ فروغ تجلی بسوز و پر م

سہ اور سر ایک چیز میں اسکی نشانی ہے جو ولایت کوئی ہے اس بات پر کہ اسکا بنانے والا ایک ہی پرستہ اور کوئی چیز  
نہیں ہو کہ تسبیح کوئی جو اسکی تعریف میں مگر علم اسکی تسبیح نہیں سمجھتے سہ اگر ایک تخت بہ آئے بہ بون تو بن جائون۔

علم ہو ایک فادر مطلق کی ہستی کا اقرار کر اس کے رخا وہ خالق کے نام سے ہو یا علتہ العلل کے پر وہ مین (بھٹکتا ہوا اور اندھیرے میں ٹکریں مارتا چھوڑ جاتا ہے) اس وقت مذہب وحی کی مشعل لیکر ہمارے راہ بتانے کے لئے سامنے آتا ہے اور ہکو اپنی نہ بچھنے والی روشنی دکھا سید محمراستہ پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے جہاں سے اسکے جلال و جمال کی نشانیاں نظر آنے لگتی ہیں اسکی وصال کا شوق بڑھتا جاتا ہے اور جسمانی اور ظلمانی حجاب دور ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ آخر کار وہ ایسی حالت پر پہنچ جاتا ہے کہ کانون میں کوئی آواز نہیں آتی الا اسکی آنکھ کسی چیز کو نہیں دیکھتے الا اُسے دل میں کوئی خیال نہیں گزرتا الا اُسکا۔ *وَمِنْهُمْ* *يَمْنَعُونَ* *وَالَيْسَ يَنْظُرُونَ* *وَفِي عِظَمِهِ* *وَجَلَّالَتِہٖ يَتَفَكَّرُونَ* *وَمِمَّا يُكْتَبُ* *يَتَسَبَّحُونَ* *وَالِیٰ لِقَاءِ رَبِّہُمْ یُشْتَاقُونَ*۔

غرض کہ یہ ہم علم اور مذہب کے حدود و جو مختصر لینے بیان کئے۔ پس اگر علم جسکی رسائی عالم ارواح اور ملکوت تک نہیں ہے اور جو انسان کی آئندہ زندگی کے حالات جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں رکھتا ان باتوں میں دخل نہ دے اور اپنے دوست مذہب کے حدود میں مداخلت نہ کرے تو مذہب کبھی اس مزاحم نہ ہو گا بلکہ اسکے قلمرو میں وہ اُسے ہو اور روشنی کی طرح آزاد رہنے دیگا اور جہاں تک وہ اپنے اصلی دشمن یعنی جہل سے مقابلہ کرے اسکا معین و مددگار ہو گا بلکہ اس پر فتح حاصل کرنے پر اُسے مبارکباد دیگا۔ البتہ اگر اُسکی حدود میں مداخلت کی اور الہیات کے مسائل اور مبادا و معاد کی

یہاں تک کہ مذہب کے حدود میں مداخلت نہ کرے اور جہاں تک اسکی رسائی عالم ارواح اور ملکوت تک نہیں ہے اور جو انسان کی آئندہ زندگی کے حالات جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں رکھتا ان باتوں میں دخل نہ دے اور اپنے دوست مذہب کے حدود میں مداخلت نہ کرے تو مذہب کبھی اس مزاحم نہ ہو گا بلکہ اسکے قلمرو میں وہ اُسے ہو اور روشنی کی طرح آزاد رہنے دیگا اور جہاں تک وہ اپنے اصلی دشمن یعنی جہل سے مقابلہ کرے اسکا معین و مددگار ہو گا بلکہ اس پر فتح حاصل کرنے پر اُسے مبارکباد دیگا۔ البتہ اگر اُسکی حدود میں مداخلت کی اور الہیات کے مسائل اور مبادا و معاد کی

باتوں میں دخل دیا؛ تو مذہب اسکو اپنے اوپر حملہ کرنے والا سمجھ گیا اور اُس سے مقابلہ کر گیا، اور اُسے سخت زنجیروں میں قید کر کے اپنے لوگوں کو اس سے منکر مانع ہو گا۔

پس اے میرے دوستو۔ مذہب اور علم کی مخالفت صرف غلط فہمی یا اپنے اپنے حدود سے تجاوز کرنے سے پیدا ہوتی ہے، اور اسی لئے ایک دوسرے کے مخالف سمجھے جاتے ہیں۔ اگلے زمانہ میں جبکہ یونانیوں کا فلسفہ اسلام میں پھیلا، تو مخالفت کا خیال زیادہ تر اسلئے پیدا ہوا کہ اُنکے فلسفہ نے اپنی حکومت کی کوئی حد نہ رکھی تھی، اور اُسے مذہب کی ریاست میں اپنے احکام جاری کرنے چاہتے تھے، بلکہ مذہب کے لئے ایک چھوٹا سا مکر ابھی چھوڑا تھا اُسے اپنا کام اَلْكَشْبُ بِالْاِلٰه لِجَسْبِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ قرار دیا تھا اور جو اہر روحانیہ، اور حالات نفسانیہ، اور مبداء و معاد کی تحقیق کو اپنے حدود میں داخل رکھا تھا، اُسے صرف موجودات عالم اور عالم شہادت ہی سے بحث نہ تھی، بلکہ عالم غیب اور ملکوت اور لاہوت کو بھی اپنی قلمرو میں سمجھتا تھا۔ ایسی حالت میں لامحالہ مذہب نے اُسکی مخالفت کا اشتہار دیا، اور اُس سے مقابلہ کیا، اور اپنے کمزور اور ضعیف لوگوں کو اُس سے ملنے کو منع کیا مگر اب وہ صورت نہیں رہی۔ اس زمانہ کے علم نے اکثر اپنے حدود قائم کر دیئے ہیں، اور سو عالم شہادت کے وہ عالم غیب اور ملکوت اور لاہوت میں دخل نہیں دیتا۔ اور وہ ان تک رسائی اپنی قدرت سے خارج سمجھتا ہے، اب جبکہ نظر آتی ہے، وہ اکثر غلط فہمی پر مبنی ہے، اور مذہب کے حدود تجاوز کرنے پر۔ اگر یہ غلط فہمیان



دور نہ کر دی جائیں، اور وہ اپنے حدود سے تجاوز کرنے پر نہ روکا جائے تو  
 بلاشبہ موجودہ حالت مذہب کی علم کی مقابلہ میں اطمینان بخش نہوگی، اور  
 نہ ہمارا خیال اسلام کی اشاعت کا اہل علم کے سامنے مناسب ہوگا، اور  
 ضرور ہمیں ان لوگوں کے سامنے جو فطرت کے خلاف کسی بات کو نہیں مانتے  
 مشکل پیش آوے گی۔ مگر ہمیں اس مشکل کو مشکل سمجھنا چاہئے اور نہ اسے بیشیہ  
 کرنا، اس لئے کہ فرمان شاہی جہیں مذہب کے حدود اور اختیارات اور قانون  
 اور ضابطے سب لکھے ہوئے ہیں وہ ہمارے پاس بحسبہ اور بعینہ موجود  
 اور جسطرح خدا نے بھیجا تھا، ویسا ہی بغیر کسی قسم کی تحریف اور تغیر کے وہ تک  
 ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں ہے، وہ فرمان شاہی خود تمام غلطیوں کو دور کرتا،  
 اور اسلام کے حدود بتاتا اور باوازی بند کرتا ہے کہ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا  
 تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔  
 اسی میرے دوستو اب وقت نہیں ہے کہ میں علم اور مذہب کی  
 موافقت کی نسبت کچھ زیادہ کہوں، بلکہ جو کچھ کہا گو وہ اس مضمون کے لحاظ سے  
 نہایت کم ہے، مگر اس موقع کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے اس لئے میں  
 کسی آئندہ وقت کے لئے ملتوی کرتا ہوں، اور انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور موقع  
 پر اسی مضمون پر تفصیلی بحث کروں گا۔ ابھی مجھ چند سوالات کا جواب دینا باقی ہے۔  
 ایک یہ کہ اسلام میں سیکڑوں فرستے ہیں،

سے یہ ہیں مقرر کی ہوئیں حدیں خدا کی نہ بڑھو اس سے اور جو کوئی اس سے بڑھیکا وہ  
 ظالمین میں سے ہوگا۔

کس فرقے کا اسلام جاری کرنا منظور ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اُس اسلام کا جاری کرنا منظور ہے جو قرآن میں ہے؛ اور جسکو جاری کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے؛ اور جسکو خدا کے رسول نے جاری کیا؛ اور جسے اسکے بعد اسکے اصحاب اور اہل بیت جاری کرتے رہے۔ اگر لوگوں نے اس اسلام میں کچھ ملا دیا ہے؛ اور انکی تفریق سے اسلام کی حقیقت چھپ گئی ہے؛ اس سے اصلی اسلام کی حقیقت معلوم ہونے میں کچھ دشواری نہیں ہے؛ اول قیامِ ہزارہ بندے خدا کے ایسے ہیں جو اُس سچے اسلام کے معتقد اور اسکے پابند ہیں۔ خدا کی زمین ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہے اور آسمان نے ایسے مسلمانوں کو ابھی زمین کے پردے سے اٹھا نہیں لیا ہے۔ اور اگر فرض کر دے کہ کوئی ایسے اسلام کا جائے والا صفحہ زمین پر باقی بھی نہ ہو؛ تو وہ کتاب تو باقی ہے حسین اسلام کی سچی تصویر نبی ہوئی ہے؛ اور ہمیشہ باقی رہیگی۔ اگر لوگوں نے غلط فہمی یا نادانی یا تعصب سے اسلام کی خوبصورت شکل کچھ بگاڑ دی ہے اور اختلاف مذاہب سے اسلام مختلف شکلوں اور مختلف صورتوں میں نظر آ رہا ہے یہاں تک کہ اسکی پیاری صورت کا بعض جگہ کفر و شرک کی بھڑکی اور کالی شکل سے تمیز کرنا بھی مشکل ہے؛ اس سے اسلام میں کچھ خلل نہیں ہو سکتا؛ اور نہ اسلام کی اصلی صورت چھپ سکتی ہے۔ اسلئے کہ اسلام کی حقیقت اصلی صورت وہ نہیں ہے جسکو علم و حکمت کے دشمن دکھاتے پھرتے ہیں؛ بلکہ اصلی تصویر اسکی اُس الہم میں موجود ہے جو اسکے مصوّر نے نہایت احتیاط سے اپنے امین کے ہاتھوں اپنے رسول کے پاس بھیجی تھی۔ اور جسکو وہ پاک

بندہ خدا کا خدا کے بندوں کو دکھا کر اسکا گرویدہ کرتا تھا؛ اور جسکو اُسکے  
 یار اور ہمراہی بغل میں لئے ہوئے تمام دنیا کو دکھاتے پھرتے تھے؛ اور  
 جسکو دیکھ کر سارا جہان اسکا شیفتہ اور عاشق ہو گیا تھا؛ اور جسکی صد ہا  
 ہزار ہا لکھ کہا نقلین بغیر کسی قسم کی تغیر و تبدیل کے ہر مسلمان کے پاس بقوت  
 موجود ہیں۔ جب وہ سچا اور صحیح فوٹو تم میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہے  
 تو کس بات کا تم کو خوف ہے؟ اس اصلی تصویر کو بغل میں دبا کر جہان چاہو جاؤ  
 اور اسلام کی شبیہ دنیا کو دکھلاؤ۔ پھر دیکھو کہ اس تصویر کے کتنے چاہنے والے  
 پیدا ہوتے ہیں؛ اور کتنے لوگ اُس پر جان و دل قربان کرتے ہیں۔

بنامی رخ کہ خلقی والہ شوند و حیران ۛ بکشتای لب کہ فریاد از مردوزن آید  
 اسلام کی دعوت قیامت تک جاری رہنے کے لئے بڑی اطمینان کی بات  
 جو ہے وہ یہی ہے کہ اسکا اصل دعوت نامہ ہمارے پاس موجود ہے؛ اور  
 بغیر کسی قسم کی کمی و بیشی کے اُسکے اصول اور احکام معلوم؛ اور مابین  
 الذماتین محفوظ ہیں۔ نہ زمانہ کا ہاتھ اُسے بدل سکا؛ نہ بدل سکتا ہے؛  
 نہ انسانوں کی تحریف کا اثر اُس پر ہوا؛ نہ ہو سکتا ہے۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ  
 مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ۔ اُس پاک  
 کتاب میں جو اسلام لکھا ہے وہی سچا اسلام ہے؛ اور اُس کا پھیلنا  
 ہمیں منظور ہے۔ اگر مذہب کو لوگوں نے بگاڑ دیا ہے؛ اور اختلاف اور  
 تفریق سے اس میں لوگوں کے خیالات اور رائیں اور باتیں داخل ہو گئی ہیں؛  
 لہٰذا انہیں تاہر باطل اُسکے سامنے یا دیکھتے ہیں یہ پہچاننا ہے مکت و اسرار سے جو اسے کی طرف سر۔

اسکا اثر اسلام پر نہیں پہنچتا، نہ پاک کتاب میں اُس سے کچھ فرق آسکتا ہے۔  
وہ باتیں ہنزلہ نقاب کے ہیں جو اُسکے پیارے منہ پر پڑ گئے ہیں، یا مثل لباس  
کے ہیں جو اپنے مذاق اور طبیعت اور خواہش کے موافق انسانوں نے اُسے  
پہنا دئے ہیں، جب وہ نقاب اُتار دئے جائیں، اور وہ مختلف لباس  
الگ کر لئے جائیں، تو اسلام کی دُرُیا آورد لفریب صورت جیسی تھی ویسی  
ہی نظر آئے گی۔ وہ مبدع و مبدعہ لفریب و مبدعہ صاحب لباس و مبدعہ لفریب  
و مبدعہ لفریب کے سبب سے کوئی مسلمان اصل اسلام کی اشاعت کا  
ہارج ہوا اور توحید اور رسالت کی منادی کرانے میں خلل ڈالنے اور قرآن کی  
وعدت دینے میں اختلاف کرے اسے میں نہیں مانتا میرے نزدیک کوئی مسلمان  
کسی فرقہ کا ہو، اشاعت اسلام میں اپنے فردعی اختلاف سے خلل ڈالنے کی  
ہرگز جرات نہ کرے گا، اور منکرین اسلام کو اپنے جھگڑوں کے سبب سے اصل اسلام  
کو وسعت دینے میں ہارج نہوگا۔ کون کا فر مسلمان ہوگا جو کفر کی کسی شاخ کو اصل  
اسلام پر مقدم سمجھے، یا کفر کے کسی فرقے کو اسلام کے کسی فرقے پر ترجیح دے۔  
اوپ مولوی عبدالقدوس سے پوچھیں یا میانہ در بخش سے یا کسی اور سے،  
یقیناً سب یہی جواب دیں گے کہ سب جھگڑے طاق پر رکھو، اور خدا کے نام  
منادی کرو۔ لا اِلهَ اِلاَّ اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ کا اقرار کرنا  
پھر اسکے بعد فروع میں لڑتے جھگڑاتے رہو۔ جس فرقہ میں اسلام کے کوئی خلل  
ہوگا مسلمان کہلائیگا اور اسلام کا جلوہ ہر صورت میں نظر آئیگا۔ مسلمان  
مسلمان ہیں اور کافر سے ہزار درجہ بہتر، اشعری ہوں یا معتزلی، وہابی

یاد دیتی! شیعہ ہوں یا سنی! اسلام کے وسیع دائرہ سے کوئی خارج نہیں  
 شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گلست خم مل ہر جا کہ جوشد ہم مست  
 گرز مغرب برزند خورشید سر عین خورشید ستی چیز دگر  
 گرز بغداد و ہری یا ازری اند بے مزاج آب گل نسل وی اند  
 پس اول ہمو فکر کرنی چاہئے! توحید کے پھیلانے اور خدا کے منکرین یا تین  
 خداؤں پر اعتقاد رکھنے والوں کو موحد بنانے! اور آنحضرت کی رسالت  
 پر ایمان لانے! کی نہ کسی اور بات کی۔ اگر ہم اسمین کامیاب ہوئے اور  
 ایک پھرے ہوئے دل کو بھی اسکی طرف پھیر لیا! یعنی ایک منکر کو بھی مومن  
 بنالیا! یا ایک عیسائی کو بھی تثلیث کے گورکھ دھندے سے نکال دیا! ہماری  
 سعی بلاشبہ مشکور ہوگی! اور ہم خدا کے سامنے بلا شک سرخرو اور اس کے  
 نام کی منادی کرنے والوں میں داخل ہو جائیں گے۔

اب رہا تیسرا شبہ کہ کیا ذریعہ اطمینان حاصل کرنے کا ہے اسپر  
 کہ جو روپیہ مسلمانوں سے وصول ہوگا وہ ضایع ہوگا! اور جس کام کے  
 لئے وصول کیا جاتا ہے اسی میں صرف ہوگا۔ یہ شبہ ایسا ہی جسکی نسبت  
 مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا کے کام عموماً اعتبار اور بھروسے  
 پر چلتے ہیں! ہندسی دلیلون کی طرح اوپر کامل یقین اور پورے اطمینان حاصل  
 کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ جبکہ ہم ایک دولت مند نیک طبیعت فیاض طبیعت  
 ہوشیار اور سمجھ دار مسلمان کو جیسے کہ عبد اللہ صاحب عرب ہیں اس کام پر  
 مستعد دیکھتے ہیں! اور ان کے حالات اور خیالات اور برتاؤ اور رویے

بھی نجوبی و اقفہین اور یہ بھی ہو کہ معلوم ہو گیا ہو کہ انھوں نے خود جا کر اس خدا کے  
 بندہ کی جس نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے تمام حالات دریافت کر لئے ہیں اور  
 اس کو اطمینان ہے کہ یہ کام عمرگی سے چلیگا اور جس کام کے لئے روپیہ وصول  
 کیا جاتا ہے اسی میں صرف ہو گا تو ہو کہ اس میں شبہ کرنے کا کوئی قوی سبب نہیں ہے  
 سو ای اسکے حاجی عبد اللہ صاحب خود ایک رقم خطیر اپنے پاس سے صرف کرنے  
 پر آمادہ ہیں بلکہ بدرجہ مجبوری کل خرچ اپنے پاس سے دینے کو موجود۔ اور نیز  
 ویب صاحب خود یہاں آنے پر مستعد اور آپ کے ملنے کے لئے آمادہ ہیں اور  
 غالباً آوین گے بھی تب خود آپ کو موقع اُنکے تمام حالات دریافت کرنے اور  
 اپنے اطمینان حاصل کرنے کا ملیگا۔ ان حالات میں بظاہر کوئی وجہ بے اطمینانی  
 کی اور روپیہ کے تلف یا ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ رہا یہ امر کہ خود  
 انکو اسلام اور شریعت سے کہانتک واقفیت ہے اور وہ خود اسلام کی  
 حقیقت کیا جانتے ہیں اور کس طور سے اُسکی منادی اپنے لوگوں میں کرینگے  
 اُسکی نسبت میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ ایک سمجھ دار ذی علم لائق اور صاحب  
 استعداد یورپین نے اسلام کے اصول کو سچا جانا اور خدا کو ایک پیغمبر کو  
 برحق اور قرآن کو کلام الہی مان لیا ہے تو اس سے یہی امید ہے کہ وہ  
 اپنے اہل وطن کے خیالات اور مذاق کے موافق ایسے طور سے اسلامی  
 اصول اُن کو سکھائیگا جسکی تقلیدی مسلمانوں سے توقع نہیں ہو سکتی اور  
 اُسکا اثر بھی اُن پر وہ ہو گا جو ہماری تحریروں اور تقریروں سے نہیں ہو سکتا۔  
 اگر اس میں کسی کو شبہ ہو تو یورپ کے اُن عالموں کی تحریروں کو دیکھے

جنہوں نے باوجود علانیہ مسلمان ہونیکے اسلام کی نسبت اپنی راسخی ظاہر کی ہے؛ اور فقط قرآن مجید کے ترجمہ کو دیکھ کر اور آنحضرتؐ کی سیرت پر مطلع ہو کر متعصب پارٹیوں اور نامنصف مورخوں کے غلط الزامات کو رد کیا ہے؛ اور قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ایسی خوبیاں ظاہر کی ہیں کہ میں تو اس وقت ساری اسلامی دنیا میں تھوڑی ہی سی مسلمان عالم کی نسبت خیال کر سکتا ہوں کہ وہ اسلام کے منکرین؛ اور قرآن پر معترضین؛ اور سرور کائنات کی ذات مبارک پر نکتہ چینی کرنے والوں؛ اور حکیموں اور فلسفیوں کے دلوں پر اپنی تحریروں سے ایسا اثر ڈال سکیں؛ اور ایسی مدلل اور عمدہ تحریریں کر سکیں۔ بلاشبہ ہزاروں مسلمان عالم ایسے موجود ہیں جو مسلمانوں کے حلقے میں بٹھیے کر اسلام کا وہ بیان کریں کہ سننے والوں کو عرش برین کی زیارت کرادیں؛ اور اپنے مریدوں کو وہ استانیں اور کہانیاں سنائیں کہ سامعین ثنائی الاِسْلَام کے درجہ پر پہنچ جائیں؛ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کا ذکر اس فصاحت فرمائیں کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کا غلغلہ ملا، اعلیٰ تک پہنچے؛ اور آسمان وزمین کے عجائبات کی وہ تفسیر کریں کہ ساتوں طبق زمین کے اور ساتوں پردے آسمان کے سننے والوں پر کھل جائیں۔ مگر کہان ہیں وہ عالم مسلمان جو منکرین کے سامنے اسلام کی ایسی حقیقت بیان فرمائیں کہ انکے دل کے شکوک اور شبہات نکل جائیں؛ اور علم و حکمت کے جاننے والے اُسے سُنکر اٰمَنَآ وَ صَدَقْنَا پکارنے لگیں۔ کہان میں گے وہ محقق مسلمان جو اسلام کی

حقیقت اُن لوگوں پر ثابت کریں جو کسی بات کو بھی خلاف فطرت کے نہیں مانتے اور کہاں پائینگے ہم اُن مسلمان داعظون کو جو خدا کے اقوال کو خدا کے افعال سے مطابق ہونا ثابت کر دکھائیں اور علم کے حلقے سے مذہب کو بچائیں اسے میرے عزیزو! مسلمانوں کو وجدین لانا! مومنین کو جوش دلانا! معتقدین کے دلوں کو مسخر کرنا! مریدوں پر وجد اور محویت کی حالت طاری کر دینی! خدا آسان اور نہایت آسان ہے۔ مجنون کے نالہ و فریاد کے لئے یلی کا نام بس ہے اور فرہاد کے سر پھوڑنے کے لئے شیرین کی یاد دلانی کافی ہے! مگر منکرین کے دلوں میں اسلام کی سچائی بٹھانی! اور وہیپ کے نہ ماننے والوں پر اسلام کی حقیقت ثابت کرنی! اور معترضین کے اعتراضوں کی تردید! اور عیب نگالنے والوں پر اسکی خوبیوں کا اثبات! اور حکیمانہ اور فلسفیانہ باتوں کا جواب! اور اسلامی سبیل اور مذہبی روایات کا فطرت اور علم سے مطابق کر دکھانا! مشکل اور نہایت مشکل ہے۔ قیس کے کہنے سے کہ نیلی راجشیم مجنون باید دید کوئی یلی پر عاشق نہیں ہو سکتا، فرہاد کی فقط حالت دیکھ کر دیکھنے والا شیرین پر جان نہیں دینے لگتا، مجنون کے کہنے سے کہ یہ یلی کے کوچہ کا گتا ہے، دوسرے لوگ اُسے پیار نہیں کر سکتے اور فرہاد کی شوریدگی دیکھ کر دیکھنے والے بے ستون سے جوئی شیر لانے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اس طرح صرف ہماری اعتقادی باتوں سے منکرین پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا، اور ہمارے تقلیدی خیالات سے اسلام کی حقیقت دوسرے لوگوں پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اُنکی دلوں پر اسلام کی سچائی بٹھانے کے لئے



ہمارا یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ ہمارے مذہب میں ایسا ہی آیا ہے یا ہماری کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے یا ہمارے مجتہدوں اور عالموں نے ایسا فرمایا ہے۔ اور چونکہ ہمارے خیالات دوسرے قسم کے ہیں اسلئے ہم سے اسکی توقع کرنی فضول ہے کہ ہم یورپ کے لوگوں کے سامنے اسلام کے وہ حقائق بیان کریں جنکو سنکر وہ اسلام کی طرف رغبت کریں اور تمام مذہبوں پر اُسے ترجیح دیں۔ البتہ جو کوئی اُن تعلیم یافتہ لوگوں میں سے مسلمان ہو گیا ہے یا آئندہ ہو اور جس نے اسلام کی دعوت کا کام اپنے ذمہ لیا ہو اور آئندہ لے اس سے بلاشبہ اسکی امید ہے کیونکہ ایسے آدمی کا دماغ دوسرے خیالات سے خالی اور تقلیدی باتوں سے پاک ہو گا اور اس پر قرآن اور احادیث صحیحہ کے دوسرے کسی کے کہنے کا اثر نہ ہو گا اور نہ وہ تفقید اہر کتاب کو خدا کی کتاب اور ہر قول کو رسول کا قول سمجھیں گے۔ اسلئے پوری امید ہے کہ وہ اپنی سعی میں کامیاب ہو اور اسلام کی سچائی اور حقیقت اپنی قوم پر ثابت کر سکے۔

صاحبو جو کچھ مینے کہا وہ کتنا ہی نا تمام اور ناقص ہے اور گو اُس میں بکثرت غلطی کی بہت گنجائش ہے مگر اُس میں شبہ نہیں کہ غالباً بہت سے لوگ ایسے دیکھنے والے ہیں اور اسلام کے شیدائیں کہ وہ اب کسی شبہ یا خیال سے اشاعتِ اسلام کے کام کو غیر ضروری نہ سمجھیں گے۔ بلکہ اور تمام کاموں سے جو مسلمانوں پر فرض ہیں اسے مقدم جانیں گے۔ اسلئے اب اس کے جاری کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے۔ اس کے لئے میں آپ کی توجہ مولوی حسن علی صاحب اعظمی کی تقریر

دلاتا ہوں جو ابھی وہ فرما چکے ہیں اور جسین انھوں نے مصارف و اخراجات  
 کے لئے انسی ہزار روپیہ کا تخمینہ بتایا ہے۔ اب اس کے جمع اور وصول کی فکر ہونی  
 چاہئے کہ یہی سب پر مقدم ہو اور سب سے مشکل یہ کہ گرجان طلبی ہضایقہ نیست  
 زیر میطلبی سخن درین است؛ شاید اس جلسہ میں تو کوئی ایسا نہوگا، مگر اس سے  
 انکار نہیں ہو سکتا کہ بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ اسلام کے ساتھ روکھی  
 سوکھی ہمدردی کر نیکو بہت مستعد اور سب آگے، مگر روپیہ سے مدد کرنے  
 کے لئے نہایت کارہ اور سب سے پیچھے۔ اسلام کی حالت اور مسلمانوں کی  
 مصیبت پر اتنی آہیں کریں کہ آسمان انکی دھوئیں سے سیاہ ہو جائے اور  
 انکے غم میں اتنے آندھ بھائیں کہ محترم کے اجر ترقی روئے والے بھی شرما جائیں۔  
 اپنے بزرگوں کی کہانیاں سن کر یا لیتی کنت معہم کا اتنا غل جائیں کہ کر دینا  
 طار اعلیٰ بھی چونک پڑیں اسلام کے نام پر ایسی محبت اور ایسی شیفگی ظاہر  
 کریں کہ قیسر اور فرما دیجی شرما جائیں۔ مگر جب کام کا وقت آوے اور  
 روپیہ کی مدد مانگی جاوے تو نظر بچا کر مجلس سے ایسے نکل جائیں جیسے چور اور اگر  
 ان میں اور نکل نہ سکیں تو چندہ کی فہرست لانے والے کی طرف ایسا گھڑ  
 لپھانسی کی وارنٹ لانے والے کو اور اگر شرما شرمی سے نام اور رقم  
 لے تو دینے کے نام میں گالیان، یہاں تک کہ اگر ملک الموت بھی تقاضے  
 لے آوے تو اسکو بھی جان دین، مگر نہ دین چندہ کا روپیہ۔ ایسے نام کے  
 نون کا تو نام نہ لینا اور انکا ذکر نہ کرنا چاہئے مگر بہت سے ایسے ہیں  
 کے نام پر مال کی کیا حقیقت ہے، جان دینے کے لئے مستعد اور گھبرا

قربان کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں اور جبکو خدا نے استطاعت بھی  
 دی ہے۔ ہمارا روی سخن بھی انہیں لوگوں کی طرف ہے۔ اُن سوا اب حاجی عبد اللہ  
 صاحب ب کی طرف سے مولوی حسن علی صاحب کی طرف سے اس مجلس کے  
 بانی حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب قبلہ کی طرف سے توبہ توبہ کی غلطی کی اور  
 یوں سے کن کن کے نام گناہ سے حضرات معاف کرنا اپنی طرف سے نہیں  
 بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی طرف سے سوال کیا جاتا ہے کہ اس نیک کام میں جسکو تم نے  
 اور نیک ساتھ ہو اپنی بہت اور استطاعت اور حالت کے مطابق کچھ دواؤں اور گول  
 سفید سفید سفید رانی میں پیچہ پھر سے خدا کی طرف سے مانگنے والی تھیلی میں بھی ڈال دو  
 تاکہ ثابت ہو کہ تم مسلم ہو اور اپنا اسلام کے ساتھ اور شاعت اسلام کی خواہش میں بیٹھے۔  
 احْبِبْنَا اَنْ تَبْرُوْنَا اَنْ تَبْرُوْنَا اَمْ نَاَوْفُقُ لِمَا نَعْمُوْنَ وَلَقَدْ فَعَلْنَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَمْ یُعْلَمَ  
 اللّٰهُ الَّذِیْنَ سَمِعُوْا اَوْ لَیْسَ لَکُمُ الْکَافِرِیْنَ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ کہنا کہ ہم مسلمان ہیں  
 کافی ہے اور امتحان کے بغیر یہ وعدہ ہی مہار ا قبول کر لیا جائیگا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں  
 خدا امتحان ہی اس کے گزیر کرنا اور فرماتا ہے کہ ہم بے امتحان کے بچھوڑیں گے اور جو  
 تم سے اول تھے انکو بھی ان لئے بغیر بچھوڑا امتحان ہی سچ اور جھوٹ کی امتحان  
 ہے۔ اور وہ امتحان کیا ہے؟ جان و مال، دولت و عزت، گھر بار کا مال  
 کہ اُسکے محبت کے سامنے بیچ سمجھنا اور خدا کے نام پر سب کچھ قربان کر دینا  
 لَمْ یَاۡلِ اللّٰهُ تَعَالٰی قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاَخَوَاۡکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَاَعْمَالُکُمْ  
 وَاَمْوَالُکُمْ وَاَنْفُسُکُمْ وَاَنْفُسُکُمْ وَاَنْفُسُکُمْ وَاَنْفُسُکُمْ وَاَنْفُسُکُمْ وَاَنْفُسُکُمْ وَاَنْفُسُکُمْ  
 مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِہِ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِمَاۤ اٰتٰہُ اللّٰهُ بِاَمْرِہٖ وَاَللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ

اس امتحان میں کامل العیار نکلنا خدا کے خلیل ہی کا کام تھا جو سچے مسلم تھے اور جو اپنے اسلام کے دعویٰ میں امتحان کے وقت سچے اور پورے اُترے۔  
 انہی ایک حکایت کیسی حکایت اولیٰ اثر کرنے والی بلکہ دلوں کو ہلا دینے والی  
 مولانا جامی علیہ الرحمۃ کی سلسلۃ الذہب کے لیکچرر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ فَاکَسْتُ مَعُوْلَہٗ وَاَنْفُسُ الْعَالَمِیْنَ

## حکایت

چون خلیل اللہ آن امام انام	یافت از حق موابد الغمام
اندر دولتش نہا و بس	خلعت خلعتش نگہ بہر بر
شد پئے رہروان صاحب دل	بر دل پاک او صف نازل
کثرت مالش از عد و بخت	رسد و گلہ اشش ز جد بخت
کوہ و صحرا مواشی و غنمش	شہر و وہ بر حواشی و غنمش
لیکس با این ہمہ نئے آسود	پئی کسبے ضای حق می بود
روز بروزے بشغل ہما نئے	شب و اندیشہ خدا نئے
در مقام مجاہدت قائم	در عبادت قدم دی و ایم
حال اور اچہ قدسیان یزد	جبر بیدان ظن نشخید ند
مئی ز پیائے گانج ردند	ظن بحال و سے آچنان بردند
کان ہمہ جد و جہد و مہد	نیست جز در مقابل غنمش
عشق نعمت ز دست بردی اہ	عشق منعم نہ عشق آگاہ
حق چو آن ہم دآن گمان داشت	چارہ آن در امتحان داشت

بهر نقه خلیل خواست محکم  
 خلعت از صورت بشر کرد  
 با نیک تیج و نعره تبیل  
 زان صدا و نوای روح افزا  
 نام جانان شنید و جان افشاند  
 ای خوش آن نغمه های درو آمیز  
 بر کند عقل را ز بیخ و زین  
 چون شدند آن گروه سجد  
 با خود آمد خلیل و داد آواز  
 جان من از سماع ناشده سیر  
 حالت صوفیان گشته تمام  
 نیست در ذمب سلسانی  
 مرغ را که کف تو دانه کش است  
 یا مکن قصد هیچ جا نداری  
 نیم گشته نه مرده نی زنده است  
 حال اهل ضلال در عقبه  
 قدسیان گوهر ادب سفته  
 تاکی این ذکر را بیگان بگویم  
 کار به مزد بیکیس نخوا

داد و اند ما کن فرقه ز ملک  
 سجد گویان بر و گز ز کرد  
 بر گرفتند و بر جوار خلیل  
 عقل و هوش خلیل رفت از جا  
 آشنین بر بهر جهان افشاند  
 که بود ذوق بخش و شور انگیز  
 نو کند در و و سوز عشق کهن  
 خامش از سبهای هوش ربا  
 کین نوار از نو کنسید آغاز  
 بر نموشی جسد اشدید و لیر  
 بر خستی بود سکوت حرام  
 جز با تمام فوج شربانی  
 نیم بسیل را کنی نه خوش است  
 یا چو کردی تمام کش باری  
 جان عاشق باین نه ارزنده است  
 لایموت آست لایحی  
 در جواب خلیل حق گفتند  
 کار کردیم مزد آن بدیم  
 مزد دیده ز کار بس نغ

کار خواهی بزد بکشا دست	گره از کار مزد بکشا دست
انچه دارم ز مال گفت عفار	میکنم بر شما دووانگ نثار
بار دیگر کنسید بهر خدا	این نوا سه طرب فراخی ادا
به بیان بلوغ و لفظ فصیح	بر گرفتند قدسیان تسبیح
بانگ قدوس و نغمه سنج	شد بر ابریم راهیج روح
دل و جانش در اهتر آآمد	وجد و حال گزشت باز آمد
وجد و حال چنانکه هست محال	درک آن پیش و هم عقل خیال
بلکه ناسته از خیال دکان	نیست ادراک آن ترا ابرکان
قدسیان باز لب فرو بستند	زان نوا و خموش نشستند
بانگ برواشت آن ستوده پیر	که فدای می کنم دووانگ دگر
باز این ذکر را اعاده کنسید	شورش وجد من زیاده کنسید
جان من مایه است ذکر حق آب	صبر مایه ز آب نیست صواب
مایه از آب صبر نتواند	ور کند صبر زنده چون ماند
هر چه از آب بر کنار بود	آن نه مایه که سوسمار بود
سوسمار است زیر ریگ روان	مایه شس می برند خلق گمان
سبحه خوانان که مزد جوی شدند	مزد دیدند سبوح گوی شدند

مایه و هوئی او گفتند در ملکوت

ذکر ذو الکبر مایه و الحیرت

ساخت طی پرده جو و انارش

شد خلیل از سمع آن بی خویش

<p>         کرد بر خود لباس هستی شوق          چون گریه زمره ملکوت          ناله بشوق برگرفت خلیل          جمله را می کنم فدای شما          منشیند زین سرو و خموش          باز آغاز آن نوا کردند          شد خلیل از نوا ای ایشانست          وقت خوش یافت زمان ترانه خوش       </p>	<p>         سر بر بون زد و جیب هستی حق          بر لب خود زدند هر سکوت          کا نچه دارم من از کثیر و قلیل          تا زبسم نخلدند اے شما          که شدم در سماع آن همه گوش          و رو تسبیح خود ادا کردند          و او یکبار گے غمان از دست          دست بهمت فشانند صدنی و ش       </p>
<p>         هر چه بودش ز ملک مال پسند          جمله در پاسه مطربان افکند       </p>	
<p>         ز آتش امتحان چو ابراهیم          قدسیان پیش او شدند عیان          آدمی نستیم ما ملکیم          آمده بهر امتحان تو ایم          بنده الحمد کا مدے بشمار          تو خلیله و در تو عشق خدا          جز و جزو تو از قدم تا فرق          بنده مغسی نه بند غم          گر نعم فی المثل نعم کرده       </p>	<p>         خالص آمد چو زرناب و سلیم          که رسولیم از خدا اے جهان          نقد پنهانی ترا محکیم          ما قد محسنن نهان تو ایم          چون زبده و ہی تمام عیار          متخلص شده ز سر تا پای          گشته در غلت محبت غرق          از فوات نعم ترا چه الم          نیست عشق تو آنکه کم کرده       </p>

<p>تاجِ غلت بہن ترا نید گشت روشن کہ ہو بودو گشتہ صافی ز شوب ہر غمی</p>	<p>چون دلت از خدای شکید ہر گمانے کہ داشتیم ترا عشق تو ذاتی ست نہ عرضی</p>
<p>عشق چون بر جمالِ ذاتِ بود حاشا اللہ کہ بے ثبات بود</p>	
<p>اس حکایت کے خاتمہ کے ساتھ میری تقریر کا بھی خاتمہ ہے اسکے بعد نہ کسی اور بات کے کہنے کی ضرورت نہ کسی تحریک کی حاجت، اگر اسکے سُننے کے بعد بھی کوئی اپنے کیسے کو نہ کھولے اور خدا کے نام پر خدا کے نام بند کرنے کے کام میں خدا کے نام کی منادی کرنے کے لئے کچھ حصہ اپنی آمدنی کا نہ دے اور پھر بھی خدا کی اطاعت خدا کی محبت اور اسلام کا دعوے کرے تو اسے خود سوچنا چاہئے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے یا جھوٹا۔ خدا کا کلام اگر سچا ہے تو ایسا دعویٰ کرنے والا بلاشبہ کاذب ہی اور فتنہ بصرِ احمق یا فتنی اللہ بامرہ کی تہدید میں داخل۔</p> <p>إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝</p>	
<p>بقلم ونگرانِ محمد غوث المتخلص بہام تحریر و طبع گروید</p>	





